انْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِیْ سَبِيْلِ اللّٰهِ، ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ (التوبہ:۴۱)

غزوہ تبوک

مقالہ نگار

محمد عزیر خان

فاضل : مدرسہ جامعہ حسین بن علی
اڈہ نیازی چوک خانیوال

شریک کلیۃ الفنون 2023 2024
جامعۃ الحسن ساہیوال

نگرانِ اعلیٰ : مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ

مدیر : جامعۃ الحسن ساہیوال

نگران مقالہ : مولانا محمد اسامہ طارق صاحب حفظہ اللہ

ادارۃ الحسن ساہیوال

فہرست

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ
1	انتساب	2	24	منافقوں کی حضرت علی رضی اللہ عنہ پر طعنہ زنی	16
2	اظہار تشکر	2	25	منافقوں کی چالیں	17
3	مقدمہ	3	26	مسجد ضرار (سازش گاہ)	17
4	وجہ تسمیہ	4	27	مسجد ضرار کی منصوبہ بندی کے شرکاء	18
5	غزوہ تبوک کے دیگر نام	4	28	بارہ شرکاء کے نام	18
6	غزوہ تبوک کا وقوع	4	29	تین پیچھے رہنے والے صحابہ کرامؓ	18
7	محل وقوع	4	30	ابو خیثمہ کی روانگی	19
8	تیاری کا حکم	4	31	مقام حجر	19
9	غزوہ تبوک کا سبب	5	32	مقام عذاب سے گزر	19
10	عیسائیوں کا ہرقل کو پیغام	5	33	حجر مقام پر ہدایت فرمانا	20
11	حضور ﷺ کا جنگ کے متعلق عام قاعدہ	5	34	آگے کے مناظر	21
12	اعلان کی وجہ	6	35	حضور ﷺ کا ایک معجزہ	21
13	مدینہ منورہ سے روانگی	6	36	منافقوں کا نفاق	21
14	خالد بن ولید کو اکیدر کی طرف روانہ فرمانا	6	37	ابن الصیت منافق	21
15	صلح کس چیز پر ہوئی	7	38	حضرت ابوذرؓ کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ	22
16	حضرت کعبؓ، مرارہؓ اور ہلالؓ کا تفصیلی واقعہ	7	39	تنہا مسافر	22
17	فوائد الحدیث	12	40	اہل طائف کا قبول اسلام	23
18	معذورین کے لیے پورا پورا اجر	14	41	ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ کا اخلاص	23
19	جد بن قیس کی بہانہ سازی	14	42	رسول اللہ ﷺ کے پہلے نائب	24
20	منافقوں کا حال	15	43	منافقوں کا مسلمانوں کو ڈرانا	25
21	صحابہ کرامؓ کا جذبہ جہاد	15	44	نماز قضاء ہو گئی	25
22	رونے والے	16	45	سب شگوفے خطاب سے پھوٹے	26
23	مُخَلَّفُوْنَ (پیچھے رہنے والے)	16	46	غزوہ تبوک سے واپسی	28

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

انتساب

میں اپنی اس اولین خدمت کو اپنے تمام محسنین کی طرف منسوب کرتا ہوں، جن میں سر فہرست آقائے مدنی، محبوب سبحانی، رحمۃ للعالمین حضرت محمد ﷺ کی ذات ہیں، جن کے احسانات سے ایک میں کیا ، پوری انسانیت گراں بار و شاداب ہے۔ آپ ﷺ کے بعد عاجز کے سب سے بڑے محسن اس کے مشفق والدین (اللہ سبحانہ وتعالیٰ میرے والد مرحوم کی کامل بخشش فرمائے، اپنا فضل وکرم فرمائے اور رب ذوالجلال اپنی بے بہار حمت کے طفیل قبر وآخرت کی تمام منازل آسان فرمائے) اور بڑے بھائی صاحب محمد اسد اللہ خان اور محمد زبیر خان ہیں، پوری زندگی کوشش کے باوجود ان کے احسانات کا بدلہ نہیں دیا جاسکتا، جن کی مخلصانہ جدوجہد، نیک تمناؤں اور آرزؤں کے طفیل اللہ تعالی نے اس خدمت کی توفیق دی۔ اللہ تعالی ان کو دنیا اور آخرت کی بھلائیاں عطا فرمائے اور ان کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر سلامت رکھے۔ (آمین)

اپنے مخلصین ومربیین اساتذہ کرام خصوصاجامع المعقول والمنقول، شیخ ومرشد حضرت مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے نام جن کی بے پایاں شفقتوں اور تعلیم وتربیت میں بے لوث جدوجہد نے احقر کو کسی قابل بنایا۔

اس کے بعد میں اس تحریر کو جامعہ حسین بن علیؓ کے ان تمام محسنین اور عظیم اساتذہ اور بالخصوص (گلشن حسین کے مدیر اعلیٰ) فضیلۃ الشیخ، استاذ العلماء، استاذ الصرف والنحو، شیخ الحدیث حضرت مولانا عبد الستار خان نیازی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے نام کرتا ہوں جن کی محنت اور دعاؤں کے طفیل اللہ رب العزت نے بندہ ناچیز کو اس خدمت کی سعادت اور توفیق بخشی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کو دونوں جہانوں کی خوشیاں نصیب فرمائے اور ان کا سایہ عاطفت ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے۔ (آمین)

جامعہ حسین بن علی (اڈہ نیازی خانیوال) جو میرا مادر علمی ہے، اس گلشن حسینی میں ایک طویل وقت گزرا ہے، اس عظیم ادارے کی آغوش تربیت میں بہت کچھ سیکھنے کو ملا، جامعۃ الحسن ساہیوال کے علمی، تحقیقی اور تصنیفی ماحول سے شوق وذوق پاکر یہ تحریر وجود میں آئی، اس کی نسبت دونوں اداروں کی طرف کرنا بھی باعث فخر سمجھتا ہوں، اللہ رب ذوالجلال ان دونوں اداروں کو مزید ترقیاں عطا فرمائے اور ان کا فیض پوری دنیا میں عام فرمائے۔ (آمین)

اظہار تشکر

الحمدلله رب العلمین والصلوۃ والسلام علی رسوله النبی الکریم، امابعد: حمد وشکر کے لائق وہی رب ذوالجلال ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ جس کا تصور بھی ہماری عقل وشعور سے بالاتر ہے۔ وہ رب کریم جس نے انسان کو عقل وشعور بخشا۔ انسان کی رہنمائی کے لئے انبیاء علیہم السلام مبعوث فرمائے۔ لوح وقلم کو پیدا کیا اور انسان کو قلم کے ذریعے علم سکھایا۔ اس کے بعد میں شکر گزار ہوں صاحب نظر، حضرت مولانا مفتی ساجد الرحیم صاحب دامت برکاتہم العالیہ (خلیفہ مجاز شفیق الامت مفتی محمد حسن صاحب و حضرت مولانا پیر محمد شاہ صاحب دامت برکاتہم) کا جنہوں نے جامعۃ الحسن کے اندر علمی و تحقیقی ماحول پیدا کیا اور نئے علوم وفنون سیکھنے کی طرف توجہ دلائی اور اسی طرح جامعہ ہذا کے تمام اساتذہ کرام کا اور نگران مقالہ محمد اسامہ طارق صاحب حفظہ اللہ کا بے حد مشکور ہوں جنہوں نے مقالہ لکھنے میں میرا حوصلہ بڑھایا اور ترغیب دی۔ میری زبان اس حق تشکر سے قاصر ہے۔ بس دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ان حضرات کے لیے دعا گو ہوں۔

مقدمہ

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ الَّذِیْ هَدَانَالِهٰذَاوَمَاكُنَّالِنَهْتَدِیَ لَوْلَآاَنْ هَدَانَااللّٰهُ وَاَشْهَدُاَنْ لَّآاِلٰهَ اِلَّااللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِيْكَ لَهٗ ۞وَاَشْهَدُأَنَّ مُحَمَّدًاعَبْدُهٗوَرَسُوْلُهٗصَلَّى اللّٰهُعَلَيْهِوَعَلٰى اٰلِهٖوَاَصْحَابِهٖوَسَلَّمَ اَمَّابَعْدُ!

محترم قارئین کرام!زیر نظر مقالہ تاج دار ختم نبوت، آقائے دوجہاں، سید الجن والانس، فخر موجودات، محبوب کائنات، محبوب رب الارض والسماء، سید الانبیاء، خاتم الانبیاء، ہادی برحق، امام الرسل، رشک ملائک، صاحب لولاک، شافی محشر، ساقی کوثر، آمنہ کے لخت جگر یعنی محمد ﷺ اورآپ کے عاشقان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے عظیم جہادی معرکے غزوہ تبوک کے بارے میں ہے۔غزوہ تبوک آپ ﷺ کی زندگی کا آخری غزوہ ہے۔یہ غزوہ تنگی کے وقت پیش آیا،اس غزوہ میں مسلمانوں کی تعداد سب سے زیادہ تھی۔اس غزوہ میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے بڑھ چڑھ کر حصہ لیا (یعنی جان ومال)کی قربانی دی۔ اس غزوہ میں دشمن مسلمانوں کے رعب ودبدبہ کی وجہ سے سامنا نا کرسکے اور بغیر لڑائی کے آپ ﷺ اورآپ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم واپس تشریف لے آئے اوراس غزوہ میں منافقوں کانفاق بھی ظاہر ہوا،جب حضور پاک ﷺ نے جہاد میں نکلنے کا حکم دیاتو منافقوں نے اپنی خباثت کو ظاہر کرتے ہوئے کہاکہ یہ موقع نکلنے کا نہیں ہے،گرمی بھی سخت ہے اور فصل بھی پکی ہوئی ہے اوراس موقع میں جہادپر جانااپنے آپ کو مشقت میں ڈالنا ہےاوراسی غزوہ میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ اوران کے دوساتھیوں کاواقعہ پیش آیا، جن کاایمان پختہ تھااور یہ لوگ منافق اوردین میں شک رکھنے والے نہیں تھے،لیکن پھر بھی اس غزوہ میں نہ جاسکے توپہلے ان کے لیے اللہ تعالی کی طرف سے سخت عتاب نازل ہوااور پچاس دن کے بعدان کی توبہ قبول ہوئی۔

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

اس غزوہ میں ایک اور عاشق رسول ﷺ ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ کاواقعہ ہے کہ رات بھر مزدوری کرتے رہے اور مزدوری میں جو چھوارے ملے،ان میں سے کچھ گھر بچوں کی بھوک مٹانے کی غرض سے دے آئے اور جو باقی بچاوہ حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کرنے کے لیے لے آئے تو حضور ﷺ نے اس صحابی رسول کے نذرانہ کو ڈھیر کے اوپر بکھیرنے کا حکم دیا، یہ ہے ایک مزدور کے جذبہ ایثار کی قدردانی، آپ ﷺ کاارشادہے کہ محنت کرنے والا اللہ کادوست ہوتاہے۔یہی وہ انداز دلبری تھاجو دلوں کو فتح کرتا تھا۔اس غزوہ میں حضور ﷺ نے چندے کی اپیل کی اور صریح طورپر جہاد میں نکلنے کااعلان کیا۔یہ پہلااور آخری غزوہ تھا، جس میں حضور ﷺ نے ایسا کیا(یعنی وہ سمت بتائی)۔اس مقالہ سے ہمیں یہ سبق ملتاہے کہ جس سے محبت وعشق کادعویٰ ہواس کی ہربات کو قبول کرناچاہیے، جس طرح کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور ﷺ کے ہرفرمان کو قبول کرتے تھے اوراسی طرح اللہ تعالی ہمیں بھی حضور ﷺ کی سچی اور کامل اتباع نصیب فرمائے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ سے دعاہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطافرمائے کہ ہم بھی صحابہ کرامؓ کی زندگیوں کو سمجھیں اوران کی صفات کواپنے اندرپیدا کریں۔(آمین)

دعاؤں کاطالب

محمد عزیر خان

(متعلم جامعۃ الحسن ساہیوال)

27-02-2024/16-08-1445

غزوہ تبوک

وجہ تسمیہ:

اس غزوے کو غزوہ تبوک اس لیے کہتے ہیں کیونکہ اس کا محل ومقام تبوک تھا۔(نصر الباری:8/490،الشیخ)

غزوہ تبوک کے دیگر نام:

احادیث مبارکہ میں غزوہ تبوک کے تین نام آئے ہیں:(۱) غزوہ تبوک ۔ (۲)غزوۃ عسرہ(تنگی و سختی کا غزوہ)۔(۳) غزوہ فاضحہ،چونکہ اس میں منافقین کی فضیحت ہوئی اوروہ خوب پہچانے گئے۔پانی،خوک اوراونٹوں کی کمی ہونے کی وجہ سے اس کا نام غزوۃ العسر رکھا گیا۔ تنگی وعسرت کا یہ عالم تھا کہ ۱۸ مجاہدوں میں ایک اونٹ تھا۔باری باری سواری کرتے تھے۔پانی کی قلت کی وجہ سے جان بچانے کے لئے اونٹ ذبح کرکے ان کی اوجھ میں جمع پانی سے منہ تر کیاجاتا۔کرم خوردہ کھجور، گھن لگے جو، بدبودار چربی اور درختوں کے پتوں پر گزر کرتے۔ جیش عسرت کہنے کی یہ وجوہ بھی ہیں کہ قحط کے دن تھے،موسم شدید گرمی کا تھا،نئ فصل کے پکنے اور کھجوروں کے اتارنے کے دن تھے۔ایسے میں اللہ کے رسول نے اہل ایمان کو جہاد کے لئے نکلنے کا حکم دیا۔(سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ:3/442،پی ایس او)

غزوہ تبوک کا وقوع:

غزوہ تبوک کا وقوع ماہ رجب ۹ھ،کو حجۃ الوداع سے پہلے ہوا ہے۔ (نصر الباری:8/489،الشیخ)

محلِ وقوع:

تبوک ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ طیبہ اور شام کے درمیان مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلے پر ہے بعض کہتے ہیں ایک قلعہ کا نام ہے اور قاموس میں ہے کہ مدینہ اور شام کے درمیان ایک خطہ ارضی کا نام ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ ایک چشمہ کا نام ہے جو اس جگہ واقع ہے۔ چونکہ اس سفر میں لشکر کی آخری مسافت اس چشمہ تک ہوئی تھی اس بنا پر اس کو اس نام سے موسوم ومنسوب کیا گیا جیسا کہ مسلم کی حدیث میں اس قصہ کے دوران مذکور ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے صحابہ سے فرمایا: آخری حدوہ ہے جب تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو۔ بوک کے لغوی معنی "لکڑی وغیرہ سے اتنی گہری زمین کھودنا کہ پانی نمودار ہوجائے" کے ہیں اور حضور ﷺ نے ملاحظہ فرمایا کہ بہت سے صحابہ اس چشمہ پر پہنچ کر اپنے پیالوں کو اس میں ڈال کر پانی کو ہلاتے ہیں تاکہ پانی نکل آئے اور فرمایا:" مَازِلتُم تَبوُکُونَھَابُو کَاً"فَسمِّیتْ تِلْکَ الْغَزوۃُ تَبوک۔تم ابھی تک اس سے پانی نکال رہے ہو،اس لیے اس غزوہ کا نام تبوک رکھا گیا۔(تفسیر القرطبی:8/280،داراحیاء التراث العربی)

تیاری کا حکم:

ابن اسحاق کہتے ہیں ذی قعدہ سے لے کر رجب تک حضور ﷺ مدینہ میں تشریف فرما رہے پھر رجب میں آپ نے مسلمانوں کو رومیوں پر جہاد کرنے کی تیاری حکم دیا۔اور یہ ایساوقت تھا کہ گرمی کی بہت شدت تھی۔اور لوگوں کے باغات وغیرہ میں پھل تیار نہ ہوئے تھے۔اس سبب سے لوگ اپنے گھروں اور سایہ میں رہنا چاہتے تھے۔

راوی کہتا ہے جب حضور ﷺ کسی غزوہ کا ارادہ کرتے تھے تو لوگوں سے اس کے برخلاف فرمایا کرتے تھے تاکہ دشمن کو خبر نہ ہو یعنی اگر مشرق پر جہاد کا ارادہ ہوتا تو مغرب کو ظاہر کرتے مگر اس غزوہ تبوک کو حضور نے بہ سبب مشقت اور تکلیف کے جو اس سفر میں پیش آنی

متصور تھی ظاہر فرمادیا اور دشمن کی تعداد بھی اس طرف کثیر تھی۔ اسی واسطے حضور نے اس کو ظاہر کیا تاکہ لوگ کثرت کے ساتھ جمع ہوں اور اچھی طرح ساز و سامان درست کریں اور لوگوں سے صاف طور پر فرمادیا کہ ہمارا ارادہ رومیوں سے جہاد کرنے کا ہے۔

(سیرت ابن ہشام (اردو):2/450، رحمانیہ)

غزوہ تبوک کا سبب:

رومیوں کے ساتھ لشکرِ اسلام کی پہلی جنگ موتہ میں ہوئی، اس جنگ کے بعد رومی سلطنت اس کوشش میں رہتی تھی کہ کسی نہ کسی طرح مسلمانوں پر حملہ کر دیا جائے، رومیوں کے ان عزائم کی اطلاع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ہوگئی تھی۔ مدینہ منورہ میں شام کے تجارت پیشہ نبطی لوگ زیتون کا تیل فروخت کرنے کے لیے آیا کرتے تھے، ان لوگوں نے مسلمانوں کو یہ خبر دی کہ روم کے بادشاہ ہرقل نے اپنی فوجیں مقام تبوک میں سرحدِ شام پر جمع کر دی ہیں اور فوجیوں کو ایک سال کی تنخواہیں پیشگی دے کر خوش اور مطمئن کر دیا ہے۔

عیسائیوں کا ہرقل کو پیغام:

معجم طبرانی میں حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بعض عرب عیسائیوں نے ہرقل کو لکھ بھیجا تھا کہ مدعی نبوت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا انتقال ہو چکا ہے اور عرب قحط کی شدت کی وجہ سے بھوکے مر رہے ہیں، عرب پر حملہ کرنے کے لیے یہ مناسب موقع ہے، چنانچہ ہرقل نے چالیس ہزار کا لشکر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ کیا اور اس کا مقدمۃ الجیش بلقاء پہنچ گیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے یہ ارادہ فرمایا کہ ان کے حملہ سے پہلے پیش قدمی کر کے مقابلہ کرنا چاہیے۔

حضور ﷺ کا جنگ کے متعلق عام قاعدہ:

حضور ﷺ عام طور پر صحیح مقام نہیں بتاتے تھے لیکن یہ جنگ چونکہ پہلی جنگوں سے ممتاز تھی، ایک تو اس لیے کہ اس میں دشمنوں کی تعداد بہت زیادہ تھی اور دوسرا اس لیے کہ اس میں شاہ روم ہرقل کی ترتیب یافتہ فوج کے ساتھ مقابلہ تھا، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام قبائل عرب سے فوج اور مالی اعانت طلب کی اور مدینہ طیبہ کے تمام مسلمانوں کو اس جہاد میں نکلنے کا حکم دیا۔

اتفاق سے یہ زمانہ سخت گرمی کا تھا، قحط و فاقہ عام تھا، اس کے ساتھ ساتھ کھیتیاں اور باغات کے پھل پکنے کے قریب تھے۔ انہی باغات اور کھیتوں کی فصل پر اہل مدینہ کی پورے سال کی معیشت کا دارومدار تھا، ان تمام چیزوں میں سے ہر چیز اللہ کی راہ میں جانے کے لیے صحابہؓ کے پاؤں کی زنجیر اور رکاوٹ بن سکتی تھی لیکن مرحبا صد مرحبا اسلام کے ان سرفروش مجاہدین کے لیے جنھوں نے شجر اسلام کی آبیاری کے لیے اپنے خون اور اپنے مال کی قربانی دینے میں ہمیشہ ایک دوسرے سے مسابقت کی کوشش کی، اس موقع پر بھی اسلام کے سچے اور مخلص جانباز صحابہؓ نے بڑھ چڑھ کر مالی اعانت میں حصہ لیا، حضرت ابو بکر صدیق اکبرؓ نے اپنے گھر کا سارا کچھ لا کر حاضر کر دیا۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ گھر میں کچھ چھوڑا؟ عرض کیا: اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا نام۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے اپنا نصف مال لا کر حاضر کیا۔

حضرت عثمان غنیؓ نے تین سو اونٹ مع ساز و سامان اور ایک ہزار اشرفی نقد لا کر خدمت نبوی ﷺ میں پیش کی۔

اسی طرح دیگر صحابہؓ نے اپنی استطاعت کے مطابق اس مالی اعانت میں حصہ لیا لیکن اس کے باوجود چند نادار صحابہؓ ایسے تھے کہ ان کے سفر کے لیے زادراہ کا انتظام نہ ہو سکا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ ﷺ سے سواری وغیرہ کا انتظام کرنے کے لیے درخواست کی

لیکن حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ان کے سفر کے لیے سواری وغیرہ نہیں تھی، یہ لوگ روتے ہوئے اشکبار آنکھوں سے واپس ہوئے۔ قرآن شریف کی یہ آیت ان ہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے۔(کشف الباری (کتاب المغازی):631،فاروقیہ)

"وَلَا عَلَى الَّذِينَ إِذَا مَا أَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَا أَجِدُ مَا أَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوا وَّأَعْيُنُهُمْ تَفِيضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا أَلَّا يَجِدُوا مَا يُنفِقُونَ۔"(التوبۃ ۹۲)

ترجمہ:" اور نہ اُن لوگوں پر (کوئی گناہ ہے) جن کا حال یہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس اس غرض سے آئے کہ تم انہیں کوئی سواری مہیا کر دو، اور تم نے کہا: میرے پاس تو کوئی ایسی چیز نہیں ہے جس پر میں تمہیں سوار کر سکوں، تو وہ اس حالت میں واپس گئے کہ اُن کی آنکھیں اس غم میں آنسوؤں سے بہہ رہی تھیں کہ ان کے پاس خرچ کرنے کو کچھ نہیں ہے۔ "

اعلان کی وجہ:

اس جہاد میں جانے کا اعلان درحقیقت ایمان ونفاق کے درمیان امتیاز کی کسوٹی تھا چنانچہ اس موقعہ پر منافقین کا نفاق کھل کر سامنے آگیا اور وہ کہنے لگے (لَا تَنفِرُوا فِي الْحَرِّ)(التوبۃ:81) یعنی گرمی میں جہاد کے لیے نہ نکلو چنانچہ انہوں نے مختلف بہانے بنا کر جہاد میں جانے عذر کیا، بعض مخلص مسلمان بھی نہیں گئے جن میں مشہور صحابی حضرت کعب بن مالکؓ، حضرت ہلال بن امیہؓ اور حضرت مرارہ بن ربیعؓ شامل تھے۔ (کشف الباری: 631،فاروقیہ) ان حضرات کا تفصیلی واقعہ بعد میں پیش کیا جائے گا۔

مدینہ منورہ سے روانگی:

حضوراقدس صلی اللہ علیہ وسلم تیس ہزار فوج کے ساتھ ماہ رجب، ۹ھ میں مدینہ منورہ سے نکلے، لشکر میں دس ہزار گھوڑے تھے، دمشق کی جانب سفر کرتے ہوئے مدینہ منورہ سے چودہ منزل کے فاصلہ پر واقع مقام تبوک پہنچے تو معلوم ہوا کہ وہ خبر صحیح نہ تھی اور بعض روایات میں ہے کہ جب ہرقل شاہ روم کو مسلمانوں کو اتنی بڑی جمعیت کے مقابلہ پر آنے کی خبر پہنچی تو وہ مرعوب ہوا اور مقابلہ پر نہیں آیا۔

(کشف الباری :632،فاروقیہ)

خالد بن ولیدؓ کو اکیدر کی طرف روانہ فرمانا:

تبوک میں آپ ﷺ نے بیس دن تک قیام فرمایا، یہیں سے آپ ﷺ نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو ۴۲۰ سواروں کی جمعیت دیکر دمشق سے پانچ منزل پر واقع، دومتہ الجندل کے سردار، اکیدر بن عبدالملک نصرانی کے پاس بھیجا، حضوراکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو جاتے ہوئے فرمایا کہ وہ تمہیں شکار کھیلتا ہوا ملے گا لیکن تم اس کو قتل نہ کرنا، میرے پاس لے آنا، اگر وہ انکار کرے تو پھر قتل کر دینا۔ (کشف الباری/632 ،فاروقیہ)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبوک ہی میں خالد بن ولیدؓ کو بلا کر لشکر ان ساتھ کر کے اکیدر بادشاہ بنی کندہ کی طرف روانہ کیا اور فرمایا تم کو وہ گائے کا شکار کرتا ہوا ملے گا۔ یہ بادشاہ نصرانی تھا، حضرت خالد رضی اللہ عنہ اس کی طرف روانہ ہوئے اور جب اس کے قلعہ کے قریب پہنچے تو سامنے وہ دکھائی دینے لگا، یہاں یہ واقعہ ہوا کہ اس کے دروازے پر ایک جنگلی گائے نے آکر ٹکریں مارنا شروع کر دیں۔ اکیدر کی بیوی نے اکیدر سے کہا کہ تم نے کبھی ایسا واقعہ دیکھا ہے کہ ایک گائے آکر محل کے دروازے کو ٹکر مارے، اکیدر نے کہا میں نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا اور اب میں اس گائے کو کبھی نہیں چھوڑوں گا۔

ابھی جاتا ہوں اور اسے شکار کر کے لاتا ہوں، پھر اکیدر اور اس کا بھائی حسان دونوں شکار کرنے کے لیے نکلے اور ساتھ چند سوار ہتھیار لے کر اس جنگلی گائے کا شکار کرنے کے لیے روانہ ہوئے، رات خوب روشن تھی۔ یہ لوگ بے دھڑک شکار کے پیچھے بھاگے جا رہے تھے کہ اچانک

سامنے سے لشکر اسلام نمودار ہوا جس نے ان شکاریوں کا شکار کر لیا اور اکیدر کا بھائی حسان مارا گیا، اس کے اوپر ایک دیباج تھی، جس پر بہت سونا لگا ہوا تھا جس کو حضرت خالد بن ولیدؓ نے آپ ﷺ کی طرف بھجوا دیا، پھر خود اکیدر کو لے کر آپ ﷺ کی خدمت حاضر ہوئے۔ راوی کہتا ہے کہ جب قبا حضور کی خدمت میں پہنچی تو صحابہ رضی اللہ عنہم اس قبا کو ہاتھ لگا کر تعجب کرتے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ تم اس کو دیکھ کر کیا تعجب کرتے ہو، قسم ہے اس ذات جس کے قبضہ میں میری جان ہے کہ جنت میں سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے رومال اس سے بہتر ہیں۔

پھر جب خالدؓ اکیدر کو لے کر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور ﷺ نے اکیدر سے جزیہ قبول کر کے اس کو چھوڑ دیا اور آپ ﷺ دس سے کچھ اوپر راتیں ٹھہر کر پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے۔ (ابن ہشام:2/455، رحمانیہ)

صلح کس چیز پر ہوئی:

اکیدر نے دو ہزار اونٹ، آٹھ سو گھوڑے، چار سو زرہیں اور چار سو نیزے دیکر صلح کی۔ (کتاب المغازی 632: ، فاروقیہ)

حضرت کعبؓ، مرارہؓ اور ہلالؓ کا تفصیلی واقعہ

حدیث کعب بن مالک، وقول اللہ عزوجل: وَعَلَى الثَّلَاثَةِ الَّذِينَ خُلِّفُوا (التوبة:۱۱۸)

حدثنا یحی بن بکیر: حدثنا اللیث، عن عقیل، عن ابن شهاب، عن عبدالرحمن بن عبدالله بن کعب بن مالک: ان عبدالله بن کعب بن مالک، و کان قائد کعب من بنیه حین عمی، قال سمعت کعب بن مالک یحدث حین تخلف عن قصة تبوک، قال کعب: لم اتخلف عن رسول الله ﷺ فی غزوة غزاها الا فی غزوة تبوک، غیر انی کنت تخلفت فی غزوة بدر، ولم یعاتب احدا تخلف عنها، انما خرج رسول الله ﷺ یرید عیر قریش، حتی جمع الله بینهم و بین عدوهم علی غیر میعاد، ولقد شهدت مع رسول الله ﷺ لیلة العقبة، حین تواثقنا علی الاسلام، وما احب ان لی بها مشهد بدر، وان کانت بدر اذکر فی الناس منها، کان من خبری: انی لم اکن قط اقوی ولا ایسر حین تخلفت عنه فی تلک الغزاة، والله ما اجتمعت عندی قبله راحلتان قط، حتی جمعتهما فی تلک الغزوة، ولم یکن رسول الله ﷺ یرید غزوة الا وری بغیرها، حتی کانت تلک الغزوة، غزاها رسول الله ﷺ فی حر شدید، واستقبل سفرا بعیدا، ومفازا وعدوا کثیرا، فجلی للمسلمین امرهم لیتاهبوا اهبة غزوهم، فاخبرهم بوجهه الذی یرید، والمسلمون مع رسول الله ﷺ کثیر، ولا یجمعهم کتاب حافظ، یرید الدیوان۔ وقال کعب: فما رجل یرید ان یتغیب الا ظن ان سیخفی له، ما لم ینزل فیه وحی الله، وغزا رسول الله ﷺ تلک الغزوة حین طابت الثمار والظلال، وتجهز رسول الله ﷺ والمسلمون معه، فطفقت اغدو لکی اتجهز معهم، فارجع ولم اقض شیئا، فاقول فی نفسی: انا قادر علیه، فلم یزل یتمادی بی حتی اشتد بالناس الجد، فاصبح رسول الله ﷺ والمسلمون معه، ولم اقض من جهازی شیئا، فقلت اتجهز بعده بیوم او یومین ثم الحقهم، فغدوت بعد ان فصلوا لاتجهز، فرجعت ولم اقض شیا، ثم غدوت، ثم رجعت ولم اقض شیئا فلم یزل بی حتی اسرعوا وتفارط الغزو، وهممت ان ارتحل فادرکهم، ولیتنی فعلت، فلم یقدر لی ذلک، فکنت اذا خرجت فی الناس بعد خروج رسول الله ﷺ فطفت فیهم، احزننی انی لا اری الا رجلا مغموصا علیه النفاق، او رجلا ممن عذر الله من الضعفاء، ولم یذکرنی رسول الله ﷺ حتی بلغ تبوک، فقال وهو جالس فی القوم بتبوک: (ما فعل کعب) فقال رجل من بنی سلمة: یا رسول الله حسبه برداه، ونظره فی عطفیه۔ فقال معاذ بن جبل: بئس ما قلت، والله یا رسول ما علمنا علیه الا خیرا۔ فسکت رسول الله ﷺ۔ قال کعب بن مالک: فلما بلغنی انه توجه قافلا حضرنی همی، وطفقت اتذکر الکذب واقول: بماذا اخرج من سخطه غدا، واستعنت علی ذلک بکل ذی رای من اهلی، فلما قیل: ان رسول الله ﷺ قد اظل قادما زاح عنی الباطل، وعرفت انی لن اخرج منه ابدا بشی فیه کذب، فاجمعت صدقه، واصبح رسول الله ﷺ قادما، وکان اذا قدم من سفر بدا بالمسجد، فیرکع فیه رکعتین، ثم جلس للناس، فلما فعل ذلک جاءه المخلفون، فطفقوا یعتذرون الیه ویحلفون له، وکانوا بضعة وثمانین رجلا، فقبل منهم رسول الله ﷺ علانیتهم، وبایعهم واستغفر لهم، ووکل سرائرهم الی الله، فجئته، فلما سلمت علیه تبسم تبسم المغضب، ثم قال: (تعال)۔ فجئت امشی حتی جلست بین یدیه، فقال لی: (وما خلفک، الم تکن قد ابتعت ظهرک)۔ فقلت: بلی، انی والله۔ یا رسول الله۔ لو جلست عند غیرک من اهل الدنیا، لرأیت ان ساخرج من سخطه بعذر، ولقد اعطیت جدلا، ولکنی والله، لقد علمت لئن حدثتک الیوم حدیث کذب ترضی به عنی، لیوشکن الله ان یسخطک علی، ولئن حدثتک حدیث صدق تجد علی فیه، انی لارجو فیه عفو الله، لا والله، ما کان لی عذر، والله ما کنت قط اقوی ولا ایسر منی حین تخلفت عنک ------ الی آخره۔

ترجمہ: عبد اللہ بن کعب سے روایت ہے کہ جب کعب بن مالکؓ نابینا ہو گئے تھے تو کعب رضی اللہ عنہ کے صاحبزادوں میں سے یہی (عبد اللہ) کعبؓ کو راستے میں لے کر چلا کرتے تھے، انہوں بیان کیا کہ میں نے کعب بن مالکؓ سے ان کے غزوہ تبوک میں شریک نہ ہوسکنے کا قصہ سنا، کعبؓ

نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے جتنے غزوے کیے، میں کسی غزوہ میں پیچھے نہیں رہا سوائے غزوہ تبوک کے، البتہ غزوہ بدر میں بھی شریک نہیں ہوا تھا، لیکن جو لوگ غزوہ بدر میں پیچھے رہے کسی پر اللہ تعالی نے عتاب نہیں فرمایا، کیونکہ رسول اللہ ﷺ (غزوہ بدر میں) قافلہ قریش کے ارادہ سے نکلے تھے (یعنی جنگ کا کوئی ارادہ نہ تھا اس لئے اعلان بھی صحابہ میں نہ ہوا) اتفاقاً اللہ تعالی نے مسلمانوں اوران کے دشمنوں کو جمع کر دیا (یعنی لڑائی ہوگئی) اور میں لیلۃ العقبہ میں (انصار کے ساتھ) رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تھا، اس وقت ہم نے (مکہ میں) اسلام پر قائم رہنے (اور حضور ﷺ کی نصرت) کا مضبوط عہد کیا تھا اور میں پسند نہیں کرتا ہوں کہ مجھ کو اس کے بدلے غزوہ بدر نصیب ہوتا (مطلب یہ ہے کہ لیلۃ العقبہ تو مجھ کو غزوہ بدر سے بھی زیادہ محبوب ہے) اگرچہ لوگوں میں بدر کا چرچا زیادہ ہے۔ میرا واقعہ یہ ہے کہ میں اپنی زندگی میں کبھی اتنا قوی اور مالدار نہیں ہوا تھا، جتنا اس موقع میں تھا جب کہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک میں شریک نہ ہو سکا تھا، خدا کی قسم کبھی اس سے پہلے میرے پاس دو اونٹ جمع نہیں ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو اس کو دوسرے کے ساتھ چھپاتے تھے۔ (یعنی اس کے لیے ذو معنی الفاظ استعمال کیا کرتے تھے اور صاف نہیں بیان کیا کرتے تھے تاکہ معاملہ راز میں رہے) لیکن جب اس غزوہ کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے یہ غزوہ سخت گرمی میں کیا ہے اور ایسے سفر کا سامنا ہوا جو بہت دور اور (بے آب و گیاہ) جنگل ہے اور ایسے دشمن کا جس کی تعداد کثیر ہے، اس لئے آنحضور ﷺ نے اس غزوہ کا حال مسلمانوں کو صراحت کے ساتھ بتا دیا تاکہ اس کے مطابق پوری تیاری کرلیں (اور مناسب زادراہ وسواری کا انتظام کرلیں) چنانچہ آپ ﷺ نے اس سمت کی طرف بھی نشان دہی کردی جو آپ ﷺ کا ارادہ تھا (یعنی تبوک کا ارادہ صاف بیان کردیا) اور رسول ﷺ کے ساتھ مسلمان بھی بہت زیادہ تھے، اتنے کہ کسی رجسٹر میں سب کے ناموں کا اندراج بھی مشکل تھا (یعنی مسلمانوں کی تعداد تیس ہزار سے زائد تھی) کعبؓ نے بیان کیا کہ کوئی مسلمان اگر اس غزوے میں غیر حاضر رہنا چاہتا تو خیال کر سکتا تھا کہ اس کی غیر حاضری کا علم آنحضرت ﷺ کو اس وقت تک نہ ہوگا (لشکر کی کثرت کی وجہ سے) جب تک کہ اس کے متعلق اللہ کی وحی نازل نہ ہو۔

رسول ﷺ نے اس غزوہ کا اس وقت قصد کیا، جب درختوں کے میوے پک گئے تھے اور لوگوں کو سایہ میں رہنا بہت پسند تھا (یعنی سخت گرمی تھی) رسول ﷺ نے اور آپ کے ساتھیوں نے بھی سامان سفر کی تیاری شروع کردی اور میں بھی صبح کو جانے لگا کہ ان سب کے ساتھ سامان سفر تیار کروں پھر کچھ تیاری کیے بغیر ہی واپس لوٹ آیا اور میں اپنے دل میں یہ کہتا کہ میں ہروقت سامان تیار کر سکتا ہوں (مجھے ذرائع میسر ہیں پھر جلدی کیا ہے) میرے دن اسی طرح گزرتے رہے، یہاں تک کہ لوگوں نے محنت ومشقت اٹھا کر تیاری کرلی، پھر رسول ﷺ مسلمانوں کو لے کر صبح کو روانہ ہوگئے، اس وقت تک بھی میں نے کوئی تیاری نہیں کی تھی، لیکن میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ ﷺ کے جانے کے ایک یا دو دن بعد تیاری کرلوں گا اور لشکر سے جاملوں گا۔

جب وہ سب روانہ ہوگئے تو (دوسرے دن) صبح کو تیاری کرنا چاہی، لیکن اس روز بھی کوئی تیاری نہ سکا اور واپس لوٹ آیا، پھر تیسری صبح کو سوچا لیکن لوٹ آیا اور کوئی تیاری نہیں کی، میرا برابر یہی حال رہا (کہ آج نکلتا ہوں، کل نکلتا ہوں) آخر وہ لوگ جلدی جلدی کر کے (یعنی تیزی سے) نکل گئے اور غزوہ فوت ہوگیا (یعنی میرے لیے غزوہ میں شرکت بہت دور کی بات ہوگئی) اور میں نے بارہا سفر کا ارادہ کیا کہ سفر کروں اوران حضرات سے مل جاؤں، کاش میں نے ایسا کرلیا ہوتا، لیکن یہ میرے مقدر میں نہیں تھا (بلکہ تقدیر میں تو یہی تھا کہ پیچھے رہ جاؤں) رسول اللہ ﷺ کے تشریف لے جانے کے بعد جب میں باہر نکلتا اور لوگوں میں گھومتا تو مجھے بڑا رنج ہوتا۔

کیونکہ یا تو وہ لوگ نظر آتے جن پر نفاق کا عیب لگایا جاچکا ہے، یا پھر وہ لوگ جنہیں اللہ نے معذور وضعیف قرار دیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے مجھ کو (راستے میں) یاد نہیں فرمایا (یعنی تبوک پہونچنے تک کسی سے میرے متعلق کچھ نہیں پوچھا) جب آپ ﷺ تبوک پہنچ گئے، تو ایک مجلس میں آپ ﷺ نے فرمایا، کعب نے کیا کیا (یعنی کعب کہاں ہے) تو بنی سلمہ کے ایک شخص عبداللہ بن انیس سلمی نے عرض کیا یارسول اللہ اس کے کبر وغرور نے اسے آنے نہیں دیا، اس پر معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے کہا تم نے بری بات کہی، خدا کی قسم، یارسول اللہ! ہمیں ان کے متعلق خیر کے سوا اور کچھ معلوم نہیں (یعنی ہم تو کعب کو اچھا مسلمان سمجھتے ہیں) اس پر رسول اللہ ﷺ خاموش رہے۔

کعب بن مالکؓ نے بیان کیا کہ جب مجھے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ واپس تشریف لارہے ہیں تو میرا غم تازہ ہوگیا (مجھے فکر دامن گیر ہوئی کہ اب کیا بہانہ کروں گا) اور میں جھوٹا بہانہ تلاش کرنے لگا (یعنی یہ عذر کروں یا وہ عذر کروں) اور میں سوچنے لگا کہ اے کعب! اب کل حضور ﷺ کی ناراضگی سے کیسے بچے گا اور میں نے اپنے گھر کے ہر ذی رائے سے مشورہ لیا، لیکن جب یہ خبر آئی کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے قریب تشریف لے آئے ہیں تو جھوٹے خیالات میرے ذہن سے چھٹ گئے اور میں نے یہ سمجھ لیا کہ کسی جھوٹ کے ذریعہ میں آپ کی ناراضگی سے بالکل نہیں بچ سکتا (کیونکہ حق تعالی سب کچھ جانتا ہے، وہ اپنے پیغمبر کو اصل حال کی خبر کردے گا) چنانچہ میں نے سچی بات کا پختہ ارادہ کرلیا، صبح کے وقت رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے اور آپ ﷺ جب کسی سفر سے تشریف لاتے تو آپ ﷺ کی عادت تھی کہ پہلے مسجد میں تشریف لے جاتے اور وہاں دو رکعت نماز پڑھتے، پھر لوگوں کے سامنے دستور کے مطابق مجلس میں بیٹھتے، جب آپ ﷺ یہ کرچکے تو آپ ﷺ کے سامنے وہ سب آگئے جو غزوہ میں شریک نہیں ہوسکے تھے اور آپ ﷺ کے سامنے قسمیں کھا کھا کر اپنے اعذار بیان کرنے لگے، ایسے لوگ اسی ۸۰ سے زائد تھے، رسول اللہ ﷺ نے ان کے ظاہر کو قبول فرمایا اور ان سے بیعت لی اور ان کے لیے مغفرت کی دعا کی اوران کے باطن کو اللہ کے سپرد کیا، پھر میں حاضر ہوا، جب میں نے سلام کیا تو آپ ﷺ مسکرائے مگر جیسے کوئی شخص غصہ میں مسکراتا ہے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: آؤ تو میں چند قدم چل کر آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا، آپ نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ تم غزوہ میں کیوں نہیں شریک ہوئے؟ کیا تم نے سواری نہیں خریدی تھی؟ میں نے عرض کیا، جی ہاں میں نے خریدی تھی، خدا کی قسم اگر میں آپ کے سوا کسی دنیادار شخص کے سامنے بیٹھا ہوا ہوتا تو کوئی عذر گھڑ کر (باتیں بنا کر) ان کی ناراضگی سے بچ جاتا کہ مجھے قوت کلام بھی حاصل ہے لیکن خدا کی قسم! مجھے یقین ہے کہ اگر آج میں جھوٹ بول کر آپ ﷺ کو راضی کرلوں تو بہت جلد اللہ تعالی (اصل حقیقت کھول کر) آپ کو مجھ سے ناراض کردے گا۔ پھر اس سے فائدہ ہی کیا ہے اور اگر میں آپ سے سچی بات بیان کردوں تو گو آپ ﷺ اس سلسلے میں مجھ پر ناراض ہوں گے لیکن اللہ تعالی سے عفو ودرگذر کی امید رکھتا ہوں، نہیں، خدا کی قسم مجھے کوئی عذر نہیں تھا (میں سراسر قصوروار ہوں) خدا کی قسم! اس وقت سے پہلے کبھی میں اتنا قوی اور مال دار نہیں تھا جس وقت میں پیچھے رہ گیا (یعنی شریک غزوہ نہ ہوسکا) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس نے سچی بات بتادی ہے، اچھا اب تم جاؤ یہاں تک کہ اللہ تعالی تمہارے بارے میں خود کوئی فیصلہ کردے، چنانچہ میں اٹھ گیا اور بنو سلمہ کے کچھ لوگ میرے پیچھے دوڑے ہوئے آئے اور مجھ سے کہنے لگے خدا کی قسم! ہمیں تمہارے متعلق معلوم نہیں کہ اس سے پہلے تم نے کوئی گناہ کیا ہے، تم نے بڑی کوتاہی کی کہ تم نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ویسا ہی کوئی بیان نہیں کیا جیسا کہ دوسرے نہ شریک ہونے والوں نے بیان کردیا تھا اور تمہارے گناہ کے لئے رسول اللہ ﷺ کا استغفار ہی کافی ہوجاتا، خدا کی قسم وہ لوگ مجھے جھڑکتے اور ملامت کرتے رہے، یہاں تک کہ میرے دل میں آیا کہ آں حضرت ﷺ کے پاس لوٹ کر جاؤں اور اپنی اگلی بات کو جھٹلا کر بہانہ نکالوں (یعنی کوئی جھوٹا عذر کر آؤں) پھر میں نے ان لوگوں سے پوچھا کہ اور بھی کوئی ہے جس نے میری طرح قصور کا اقرار کیا ہے؟

انھوں نے کہاہاں دو شخص اور ہیں جنہوں نے تیری طری قصور کا اقرار کیاہے اور ان دونوں سے وہی کیا گیاہے جو تم سے کہا گیاہے (یعنی اس وقت تک ٹھہرے رہو جب تک کہ اللہ تعالی تمہارے بارے میں فیصلہ نہ فرمادے) میں نے پوچھا کہ دو کون ہیں؟ انھوں نے بتایا کہ مرار بن ربیع عمری اور ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہما ہیں۔ انھوں نے دوایسے نیک شخصوں کا نام بیان لیاجو غزوہ بدر میں شریک ہوچکے تھے، ان دونوں (کے طرز عمل) میں نمونہ ہے (یعنی نظیر و نمونہ ملنے پر تسلی ہوگئی) چنانچہ جب ان لوگوں نے مجھ سے ان حضرات کا نام بیان کیاتو میں گھر چلا آیااور رسول اللہ ﷺ نے ان تمام لوگوں میں سے جو غزوے میں شریک نہیں ہوئے تھے، صرف ہم تینوں سے تمام مسلمانوں کو بات چیت کرنے کی ممانعت کر دی، اس لیے سارے لوگ ہم سے الگ تھلگ رہنے لگے اور سارے لوگ بدل گئے، ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میرے حق میں زمین ہی بدل گئی ،جیسے میرا ان سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے، پھر ہم پچاس رات اس طرح رہے اور میرے دونوں ساتھی (مرارہ اور ہلال) عاجز ہوگئے اور گھروں میں بیٹھ کر روتے رہے لیکن میں مضبوط جوان اور باہمت تھا میں باہر نکلتا تھا اور میں مسلمانوں کے ساتھ نماز میں شریک ہوتا تھا اور بازاروں میں گھوما کرتا تھا لیکن مجھ سے کوئی بولتا نہ تھا اور میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھی حاضر ہوتا تھا اور جب آپ ﷺ نماز کے بعد مجلس میں بیٹھتے تو میں آپ ﷺ کو سلام کرتا اور اپنے دل میں سوچتا (جستجو میں لگا رہتا) کہ میرے سلام کے جواب میں آپ ﷺ کے لبہائے مبارک ہلے یا نہیں؟ پھر میں آپ کے قریب نماز پڑھنے لگ جاتا اور کنکھیوں سے آپ ﷺ کو دیکھتا رہتا، جب میں اپنی نماز میں مشغول ہوجاتا تو آنحضور ﷺ میری طرف دیکھتے لیکن جوں ہی میں آپ ﷺ کی طرف دیکھتا تو آپ چہرہ پھیر لیتے، آخر جب لوگوں کی یہ بے رخی طویل ہوگئی تو میں (ایک روز) چلا اور ابو قتادہؓ کے باغ کی دیوار پر چڑھ گیا، وہ میرے چچازاد بھائی تھے اور مجھ کو سب سے زیادہ محبت ان سے تھی، میں نے ان کو سلام کیا تو خدا کی قسم اس نے بھی میرے سلام کا جواب نہیں دیا (جواب کیسے دیتے فرمان نبوی صادر ہوچکا تھا کہ کوئی ان سے سلام کلام نہ کرے، سبحان اللہ ہم قربان ہوں صحابہؓ کی تابعداری اور فرماں برداری پر)۔

میں نے کہا ابو قتادہؓ تمہیں خدا کا واسطہ دیتاہوں کیا تم نہیں جانتے کہ میں اللہ اور اس کے رسول سے زیادہ محبت کرتاہوں، انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا، میں نے دوبارہ ان سے خدا کا واسطہ دے کر یہی کہا لیکن وہ پھر خاموش رہے، پھر میں خدا کا واسطہ دے کر (تیسری مرتبہ) ان سے کہا تو انہوں نے صرف یہ کہا کہ اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ اس پر میری آنکھوں سے آنسو پھوٹ پڑے اور میں دیوار پر چڑھ کر واپس چلا آیا (یعنی باہر اتر آیا) حضرت کعبؓ نے بیان کیا کہ میں ایک روز مدینہ کے بازار میں جارہا تھا، اتنے میں ملک شام کا ایک (نصرانی) کاشتکار جو غلہ فروخت کرنے مدینہ آیا تھا وہ دریافت کر رہا تھا کہ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کہاں ہیں؟ لوگ اس کو اشارے سے بتانے لگے، آخر وہ میرے پاس آیا اور غسان کے بادشاہ کا ایک خط مجھ کو دیا، اس خط میں یہ مضمون تھا، امابعد! مجھ کو یہ خبر ملی ہے کہ تمہارے صاحب (یعنی حضور اکرم ﷺ) نے تم سے جفا کی ہے حالانکہ اللہ تعالی نے تمہیں ذلیل نہیں بنایاہے اور نہ ہی بے کار (یعنی تم تو کام کے آدمی ہو) تم ہم لوگوں سے ملو، ہم تم سے ہمدری کریں گے، میں نے جب یہ خط پڑھا تو کہا یہ ایک اور آزمائش ہے، میں نے اس خط کو تنور میں جلادیا، بالآخر پچاس دنوں میں سے چالیس دن گذر گئے کہ رسول ﷺ کے ایک قاصد (خزیم بن ثابت) میرے پاس آئے اور کہا رسول اللہ ﷺ نے تمہیں حکم دیا ہے کہ اپنی بیوی سے علیحدہ رہو، میں نے پوچھا میں اسے طلاق دے دوں یا پھر مجھے کیا کرنا چاہیے؟ انہوں نے کہا نہیں (یعنی طلاق نہ دو) صرف علیحدہ رہو، ان کے قریب نہ جا اور میرے دونوں ساتھیوں کے پاس بھی آپ ﷺ نے یہی حکم بھیجا، میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ اب تم اپنے میکے چلی جاؤ اور اس وقت تک ان لوگوں کے پاس ہی رہو جب تک کہ اللہ تعالی اس معاملے میں کوئی فیصلہ کردے۔ کعبؓ نے بیان کیا کہ ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہنے لگی یا رسول اللہ ہلال بن امیہ (میرا شوہر) بوڑھے، ناتواں ہیں اور ان کے پاس کوئی خادم

بھی نہیں ہے، اگر میں ان کی خدمت کر دیا کروں تو آپ ناپسند فرمائیں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، لیکن وہ تم سے صحبت نہ کرے، اس نے عرض کیا خدا کی قسم وہ تو کسی چیز کے لئے حرکت بھی نہیں کرتے، خدا کی قسم جب سے یہ عتاب کا معاملہ ہوا ہے وہ آج تک ہمیشہ روتے رہتے ہیں (کعبؓ کا بیان ہے کہ) میرے گھر کے بعض افراد نے مجھ سے کہا کہ جس طرح ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی بیوی کو ان کی خدمت کرنے کی اجازت آنحضور ﷺ نے دے دی ہے اگر آپ بھی رسول اللہ ﷺ سے اسی طرح کی اجازت اپنی بیوی کے متعلق لے لیجئے (تو بہتر ہو گا) میں نے کہا خدا قسم میں اس معاملہ میں رسول اللہ ﷺ سے اجازت نہیں لوں گا، معلوم نہیں کہ جب میں آپ ﷺ سے اجازت طلب کروں گا تو رسول اللہ ﷺ کیا فرمائیں گے؟ حالانکہ میں جوان آدمی ہوں (یعنی میں خدمت کا محتاج نہیں اور ہلال تو بوڑھے ضعیف تھے ان پر قیاس کر کے کیسے اجازت طلب کروں) پھر اس کے بعد دس دن اور گذارے اور جب سے رسول اللہ ﷺ نے ہم سے بات چیت کی ممانعت فرمائی تھی، اس کے پچاس دن پورے ہوئے تو ٹھیک پچاسویں رات کی صبح کو جب میں فجر کی نماز پڑھ چکا اور میں اپنے مکان کی چھت پر اسی حال میں بیٹھا ہوا تھا جو اللہ نے ذکر کیا ہے کہ میرا دل مجھ پر تنگ ہو گیا تھا (یعنی دم گھٹا جا رہا تھا) اور زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود میرے لئے تنگ ہوتی جا رہی تھی کہ میں نے ایک پکارنے والے کی آواز سنی کہ کوئی شخص جبل سلع پر چڑھ کر بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ اے کعب بن مالک! تمہیں بشارت ہو، کعبؓ نے بیان کیا کہ میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا اور میں سمجھ گیا کہ بلاشبہ کشادگی آگئی اور رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز پڑھنے کے بعد اللہ کی بارگاہ میں ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان عام کر دیا، پھر لوگ ہمیں بشارت دینے کے لئے جانے لگے اور ایک شخص (زبیر بن العوامؓ) گھوڑا دوڑاتے ہوئے میرے پاس آئے اور قبیلہ اسلم کا ایک شخص دوڑتا ہوا پہاڑ پر چڑھ گیا (اور آواز دی) اور آواز گھوڑے سے جلدی پہنچی، پھر جب وہ شخص جس کی آواز میں نے سنی تھی میرے پاس خوشخبری دینے آئے تو میں نے اپنے دونوں کپڑے اتار کر اس بشارت کی خوشی میں ان کو دے دیئے اور خدا کی قسم! اس وقت ان دو کپڑوں کے سوا (کپڑوں کی قسم میں سے) میری ملکیت میں کچھ نہ تھا اور میں نے (ابو قتادہؓ سے) دو کپڑے بطور عاریت لے کر پہنے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں چلا تو راستے میں جوق درجوق لوگ مجھ سے ملاقات کرتے جاتے اور توبہ کی قبولیت پر مبارک باد دیتے اور کہتے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کی مقبولیت مبارک ہو، کعبؓ نے بیان کیا آخر میں مسجد میں داخل ہوا دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تشریف فرما ہیں، آپ ﷺ کے گرد صحابہ رضی اللہ عنھم جمع ہیں۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہؓ دوڑ کر میری طرف بڑھے اور مجھ سے مصافحہ کیا اور مبارک باد دی، خدا کی قسم مہاجرین میں سے کوئی بھی ان کے سوا میرے آنے پر کھڑا نہیں ہوا اور میں طلحہؓ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔ کعبؓ نے بیان کیا کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کو سلام کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اور اس وقت چہرہ مبارک خوشی سے چمک رہا تھا کہ کعب! اس مبارک دن کی تمہیں بشارت ہو جو ان سب دنوں میں بہتر ہے جب سے تیری ماں نے تجھ کو جنا۔ کعب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ یہ بشارت آپ کی طرف سے ہے یا اللہ کی طرف سے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ اللہ کی طرف سے، رسول اللہ ﷺ جب کسی بات پر خوش ہوتے تو چہرہ مبارک منور ہو جاتا تھا، ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے چاند کا ٹکڑا ہو اور ہم لوگ آپ ﷺ کی مسرت چہرہ مبارک سے معلوم کر لیتے تھے پھر جب میں آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا تو میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اپنی قبولیت توبہ کے شکریہ میں اپنا مال اللہ اور اس کے رسول کے لئے صدقہ کر دوں؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ تمہارے لئے بہتر ہے کہ کچھ مال اپنے لیے بھی رکھو، میں نے عرض کیا تو میں خیبر کا اپنا حصہ رکھ لیتا ہوں۔ پھر میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کی وجہ سے نجات دی، اب میری توبہ یہ ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں گا سوائے سچ کے کبھی کوئی بات نہ کروں گا، پس خدا کی قسم جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا میں کسی ایسے مسلمان کو نہیں جانتا جسے اللہ تعالیٰ نے سچ بولنے کی وجہ سے اتنا نوازا ہو جتنی نوازشات و انعامات سچ بولنے کی وجہ سے مجھ پر

کیے ہیں۔ جب سے میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ عہد کیا پھر آج تک کبھی جھوٹ کا ارادہ تک نہیں کیا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالی باقی زندگی میں بھی مجھے محفوظ رکھے گا اور اللہ تعالی نے اپنے رسول اللہ ﷺ پر سورہ توبہ کی یہ آیتیں نازل فرمائیں (لَقَدْ تَّابَ اللهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ) اللہ تعالی کے اس ارشاد تک (وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ) [التوبہ:۱۱۷ تا ۱۱۹]

خدا کی قسم اسلام کی ہدایت کے بعد اللہ تعالی کا کوئی احسان اس سے بڑھ کر مجھ پر نہیں ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے مجھ کو سچ بولنے کی توفیق دی کہ میں نے جھوٹ نہیں بولا، ورنہ میں ہلاک ہو جاتا جیسا کہ جھوٹ بولنے والے (منافقین) ہلاک ہوئے، نزول وحی کے زمانہ میں جھوٹ بولنے والوں پر اللہ تعالی نے اتنی شدید وعید فرمائی ہے جتنی شدید کسی دوسرے کے لئے نہیں فرمائی چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا: (سَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ اِذَا انْقَلَبْتُمْ) اللہ تعالی کے اس ارشاد تک (فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَرْضٰى عَنِ الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ) [سورہ التوبہ:۹۵،۹۶]

حضرت کعبؓ نے بیان کیا اور خاص کر کے ہم تینوں پیچھے رکھے گئے (یعنی ہمارا معاملہ مؤخر وملتوی کر دیا گیا) ان لوگوں کے معاملے سے جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے جھوٹی قسمیں کھالی تھیں، آپ نے ان کی بات مان بھی لی تھی اور آپ ﷺ نے ان سے بیعت لی اور ان کے لئے طلب مغفرت بھی فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمارے معاملے کو مؤخر کر دیا یہاں تک کہ اللہ تعالی نے خود اس کا فیصلہ فرمایا اور اللہ تعالی نے (وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا) میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور اس آیت میں اللہ تعالی نے ہمارے غزوہ میں شریک نہ ہوسکنے کا تذکرہ نہیں کیا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی کا ہمیں مؤخر کرنا اور ہمارے معاملے کو ملتوی کرنا ان لوگوں سے جنہوں نے حضور اکرم ﷺ کے سامنے قسمیں کھائیں اور اپنا عذر پیش کیا اور حضور ﷺ نے ان کا عذر قبول کر لیا۔ (صحیح البخاری:114/2، رحمانیہ)

فوائد الحدیث:

(۱) جہاد کے لیے جس طرف جانا ہو اسکی تصریح جائز ہے۔

(۲) جب مسلمانوں کا بادشاہ سب کو جہاد میں شامل ہونے کا حکم دے دے تو جہاد سب پر فرض عین ہو جاتا ہے۔

(۳) اہل حرب سے مال چھین لینا بغیر جہاد کے بھی جائز ہے جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے غزوہ بدر کے موقع میں کفار قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کا ارادہ فرمایا تھا اور اس کا ذکر اس حدیث میں ضمناً ہے۔

(۴) اس امت کے لیے مال غنیمت حلال ہے۔

(۵) اس حدیث میں اہل بدر کی فضیلت بھی مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوئی۔

(۶) اس حدیث میں اہل عقبہ کی فضیلت بھی مذکور ہے وہ بھی ثابت ہوئی۔

(۷) امام کا اتباع ضروری ہے، ان تین حضرات پر جو اللہ تعالی کی طرف سے مواخذہ ہوا یہ متابعت امام چھوڑنے کی وجہ سے تھا۔

(۸) بلا مطالبہ قسم کھانی بھی جائز ہے، جیسے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی پاک ﷺ کے سامنے بلا مطالبہ قسم کھائی تھی۔

(۹) اگر کوئی بھلائی فوت ہو جائے تو اس پر افسوس کرنا مستحسن ہے جیسا کہ حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے کیا۔

(۱۰) اہل بدعت اور اہل ذنوب خصوصاً اعلانیہ گناہ کرنے والوں سے قطع تعلقی جائز ہے۔

(۱۱) بطور سزا کے چھوڑ دینا یا پکڑ لینا امام کی رائے پر ہوتا ہے۔

(۱۲) سزا کے طور پر بیوی سے الگ رہنے کا حکم دینا بھی امام کے لیے جائز ہے۔

(۱۳)سفر سے واپس آنے والے کے لیے مستحب ہے کہ پہلے مسجد میں آکر دو رکعت پڑھے جیسا کہ نبی پاک ﷺ نے غزوہ تبوک سے واپسی پر بھی کیا اور اس حدیث میں مذکور ہے۔

(۱۴)امام کی موجودگی میں بھی کسی آنے والے کی طرف متوجہ ہو جائیں اور اس کا استقبال کر لیں تو یہ جائز ہے جیسا کہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا استقبال نبی ﷺ کی مجلس سے اٹھ کر کیا۔

(۱۵)بلا تدقیق (باریکی میں جائے بغیر) بھی عذر قبول کرنے کی گنجائش ہے۔

(۱۶)اپنی غلطی پر رونا مستحب ہے جیسے ان تین حضرات میں سے ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کے متعلق بہت زیادہ رونا اس حدیث میں نقل کیا گیا ہے۔

(۱۷)اگر آنکھ چرا کر پاس والے کو نماز میں دیکھ لے تو اس سے نماز نہیں ٹوٹتی جیسے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ نبی پاک ﷺ کو دیکھتے تھے۔

(۱۸)اس حدیث میں سچ بولنے کی فضیلت ظاہر ہوئی کیونکہ سچ ہی کی وجہ سے ان تینوں حضرات کی توبہ قبول ہوئی۔

(۱۹)سلام اور اس کا جواب بھی کلام میں داخل ہے اسی لیے جب کلام کی ممانعت ہوئی تو حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے سلام اور سلام کا جواب بھی چھوڑ دیا۔

(۲۰)دوست کے باغ میں داخل ہونے کے لیے صریح اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔

(۲۱)کنایہ میں نیت کے بغیر طلاق واقع نہیں ہوتی جیسے حضرت کعب نے اپنی اہلیہ سے فرمایا تھا"**الحقی باھلک** "اور نیت طلاق کی نہ کی تو طلاق نہ ہوئی۔

(۲۲)امام کی اطاعت قریبی دوست کی دوستی سے زیادہ اہم ہے، اسی لیے حضرت قتادہ نے اطاعت امام کی اور حضرت کعب رضی اللہ عنہ سے گفتگو نہ کی۔

(۲۳)بیوی کو خاوند کی خوب خدمت کرنی چاہیے جیسے حضرت ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے اپنے خاوند کی خدمت کرنے کی اجازت نبی پاک ﷺ سے لی۔

(۲۴)گناہ کا خطرہ ہو تو دنیا کا فائدہ چھوڑ دینا ضروری ہے جیسے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے بیوی سے خدمت لینا چھوڑ دی کہ خطرہ تھا کہ وطی میں مشغول نہ ہو جائیں جو ان دنوں میں گناہ تھی۔

(۲۵)کسی کاغذ کو جلانے میں ضمناً اگر اللہ تعالی کا لکھا ہوا نام جل جائے تو گناہ نہیں ہوتا جیسے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے ملک غسان کا خط جلا دیا اگرچہ اس میں اللہ تعالی کا نام بھی لکھا ہوا تھا۔

(۲۶)تکلیف دور ہونے پر اور نعمت ملنے پر خوشخبری سنانا مستحب ہے۔

(۲۷)اہم امور میں لوگوں کا امام کے پاس جمع ہونا مستحسن ہے۔

(۲۸)رعایا کی خوشی میں امام کا شریک ہونا مستحسن ہے۔

(۲۹)غم دور ہونے پر صدقہ کرنا مستحسن ہے۔

(۳۰)جب صبر مشکل ہو تو سارا مال خیرات کرنا منع ہے۔

(۳۱)خوشخبری دینے والے کو لباس دینا مستحسن ہے۔

(۳۲)عاریۃ کپڑے وغیرہ لے کر استعمال کرنا جائز ہے۔

(۳۳)آنے والے کے لیے کھڑا ہونا اور مصافحہ کرنا مستحسن ہے۔

(۳۴)سچ وغیرہ نیکیوں پر دوام مستحسن ہے۔

(۳۵)سجدہ شکر مستحب ہے۔

(۳۶)گناہ کو بہت برا سمجھنا چاہیے اور اتنا غم ہونا چاہیے کہ گویا زمین تنگ ہو گئی۔

(۳۷)جو دین میں قوی ہوتا ہے، اس پر پکڑ بھی سخت ہوتی ہے گھبرانا نہ چاہیے۔

(۳۸)عبرت کے لیے اپنی غلطی کا اظہار جائز ہے جیسے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے اپنا واقعہ سنایا۔

(۳۹)اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو تعریف جائز ہے جیسے حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا رجلین صالحین۔

(۴۰)گناہ کی وجہ سے کسی سے سلام چھوڑ دینا بھی جائز ہے۔

(۴۱)سزا کے طور پر سلام کا جواب نہ دینا بھی جائز ہے، جیسے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کے سلام کا جواب چھوڑ دیا تھا۔

(۴۲)اللہ ورسولہ اعلم کہنا کلام کرنے میں داخل نہیں ہے۔(الخیر الجاری:5/56، تالیفات اشرفیہ)

معذورین کے لیے پورا پورا اجر:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ تبوک سے واپس ہوئے اور مدینہ منورہ سے قریب ہوئے تو فرمایا کہ مدینہ میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو پورے سفر میں تمہارے ساتھی تھے تم جو بھی راستہ چلے اور جس میدان کو بھی تم نے قطع کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ ہی رہے۔(یعنی اجر وثواب میں وہ بھی تمہارے برابر کے شریک ہیں)صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی ہمارے ساتھی تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں وہ مدینہ میں ہوتے ہوئے بھی تمہارے ساتھی تھے، وہ عذر کی وجہ سے رک گئے تھے۔(صحیح بخاری:2/118، رحمانیہ)

اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے کہ عمل پر بھی ثواب اور نیت کرنے پر بھی ثواب عطا کرتا ہے۔جو شخص معذور ہو اور عمل کرنے کی خواہش رکھتا ہو اس کو بھی ثواب سے نواز دیا جاتا ہے۔**فالحمدُلِلّٰہِ العلیِّ الکبیر** (انوار البیان:2/667، العلم)

جد بن قیس کی بہانہ سازی:

راوی کہتا ہے اپنی تیاری کے دنوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جد بن قیس سے جو بنی سلمہ میں سے ایک شخص تھا فرمایا: اے جد! تو بھی رومیوں کے جہاد میں چلے گا۔اس نے کہا حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ کو معافی دیجیے اور فتنہ میں نہ ڈالئے، قسم ہے خدا کی میری قوم خوب جانتی ہے کہ مجھ سے زیادہ کوئی شخص عورتوں کا زیادہ چاہنے والا نہیں ہے اور مجھ کو یہی ڈر ہے کہ اگر میں نے رومیوں کی عورتوں کو دیکھا تو پھر اپنے قابو سے باہر ہو جاؤں گا اور صبر نہ کر سکوں گا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا یہ جواب سن کر اس کی طرف سے منہ پھیر لیا۔راوی کہتا ہے کہ جد بن قیس ہی کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے:

(وَمِنۡهُم مَّن يَقُولُ ائۡذَن لِّي وَلَا تَفۡتِنِّي، اَلَا فِي الۡفِتۡنَةِ سَقَطُوا، وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيطَةٌۢ بِالۡكٰفِرِينَ)(التوبہ:۴۹)

ترجمہ :یعنی منافقوں میں سے ایک وہ شخص ہے جو کہتا ہے کہ مجھ کو معافی دیجئے اور فتنہ میں نہ ڈالیے۔ خبر دار یہ لوگ فتنہ میں گر پڑے ہیں(یعنی یہ جو رومیوں کی عورتوں پر فریفتہ ہونے کے فتنہ سے ڈرتا ہے اس سے بڑھ کر فتنہ میں یہ گر پڑا ہے یعنی حضور ﷺ کے ساتھ جہاد میں شریک ہونے سے پیچھے رہ گیا) اور بیشک جہنم کافروں کو گھیرے ہوئے ہے"۔(سیرت النبی ابن ہشام اردو:2/450،رحمانیہ)

منافقوں کا حال:

اور جب بعض منافقوں نے بعض منافقوں سے کہا کہ تم گرمی کے موسم میں سفر کرکے حیران و پریشان ہوتے ہو تو خداوند تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی:

(وَقَالُوا لَاتَنفِرُوا فِي الْحَرِّ ۗ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ أَشَدُّ حَرًّا ۚ لَّوْ كَانُوا يَفْقَهُونَ۔ فَلْيَضْحَكُوا قَلِيلًا وَلْيَبْكُوا كَثِيرًا جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ

(التوبہ: ۸۱۔۸۲)

ترجمہ: اور منافقوں نے کہا کہ اس گرمی کے موسم میں جہاد کو نہ جاؤ، کہہ دو آتش دوزخ کی گرمی بڑی سخت ہے اگر وہ سمجھتے ہوں۔ پس لازم ہے کہ وہ ہنسیں تھوڑا اور روئیں بہت زیادہ اس کی سزا میں جو وہ کسب کرتے تھے۔

ابن ہشام کہتے ہیں حضور ﷺ نے اس غزوہ کی تیاری کا بہت زور سے حکم دیا اور تونگر لوگوں کو مال کے خرچ کرنے اور راہ خدا میں غریب لوگوں کو سواریاں دینے کی ترغیب دی۔ چنانچہ بہت سے لوگوں نے اپنے مال راہ خدا میں خرچ کیے اور بہت سے لوگوں نے نہ کئے اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس غزوہ میں اس قدر مال خرچ کیا کہ کسی نے نہ کیا تھا۔

ابن ہشام کہتے ہیں مجھ کو روایت پہنچی ہے کہ حضرت عثمان نے جیش عسرت یعنی غزوہ تبوک میں ایک ہزار دینار سرخ خرچ کئے تھے اور حضور ﷺ نے دعا کی تھی کہ اے خدا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو۔(سیرت النبی ابن ہشام:2/450،رحمانیہ)

صحابہ کا جذبہ جہاد:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ سات آدمی انصار وغیرہ قبائل سے روتے ہوئے حضور ﷺ کی خدمت میں آئے اور ان لوگوں نے حضور ﷺ سے سواریاں طلب کیں، حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے، جس پر میں تم کو سوار کروں پس یہ لوگ اپنی مفلسی پر روتے ہوئے حضور ﷺ کے پاس سے رخصت ہوئے۔

ابن یامین بن کعب نضری نے ابو لیلی عبد الرحمان بن کعب اور عبد اللہ بن مغفل کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کہ کیوں روتے ہو، انہوں نے کہا ہم حضور ﷺ کے پاس سواری طلب کرنے گئے تھے، حضور ﷺ نے فرمایا: میرے پاس سواری نہیں ہے جو تم کو دوں، ابن یامین نے اپنے پاس سے ایک اونٹ دیا اور یہ دونوں اس پر سوار ہو کر حضور ﷺ کے ساتھ گئے۔

پھر حضور ﷺ کے پاس دیہات کے لوگ جہاد کی شرکت سے معذوری ظاہر کرنے آئے کہ ہم بسبب عذر شریک نہیں ہو سکتے ہیں، یہ وہی ہیں جن کا ذکر خداوند تعالیٰ نے قرآن شریف میں کیا ہے، مجھ سے کسی شخص نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ بنی غفار میں سے تھے۔

راوی کہتا ہے کہ بعض سچے مسلمان بھی حضور ﷺ کے ساتھ اس جہاد میں شریک ہونے سے رہ گئے تھے جن میں سے بعض لوگ یہ ہیں کعب بن مالک، مرارہ بن ربیع، ہلال واقفی اور ابو خیثمہ سالمی رضی اللہ عنہم یہ لوگ سچے مسلمان تھے، نفاق وغیرہ سے متہم نہ کئے جاتے تھے۔

(ابن ہشام:2/451،رحمانیہ)

رونے والے:

جو صحابہ کرام روتے ہوئے چلے گئے کہ ان کے لیے جہاد سے پیچھے رہنا بھی بہت شاق تھا اوران کے پاس تھا بھی کچھ نہیں کہ اخراجات یا سواری کا انتظام کرتے۔ اللہ سبحانہ وتعالی نے انہی کی بابت یہ آیت نازل فرمائی:

جس کا ترجمہ یہ ہے: "ان لوگوں پر کوئی گناہ نہیں جو آپ کے پاس آئے تھے کہ آپ انہیں سواری مہیا فرمائیں مگر آپ نے فرمایا تھا کہ میرے پاس بھی کوئی گنجائش نہیں کہ میں تمہیں سواری مہیا کرسکوں۔ تووہ آنکھوں سے آنسو برساتے ہوئے اس غم میں واپس لوٹے کہ ہمارے پاس اخراجات کے لیے کوئی چیز نہیں۔" (التوبہ: 92)

یہ رونے والے بنو عمرو بن عوف بن عمیر انصاری قبیلہ کے سات آدمی تھے: سالم بن عمیر، ثعلبہ بن زید، عبد اللہ بن مغفل، عُلبہ بن زید، عمرو بن حمام بن جموح، ہرمی بن عبد اللہ اور عرباض بن ساریہ فزاری۔

بنو واقف قبیلہ سے ایک شخص تھے: حرمی بن عمرو۔

بنو مازن بن نجار سے بھی ایک شخص تھے: عبد الرحمان بن کعب۔

بنو معلی میں سے سلمان بن صخر۔

بنو حارثہ میں سے عبد الرحمان بن یزید۔

بنو سلمہ میں سے عمرو بن عنمہ اور عبد اللہ بن عمرو مزنی۔

بعض کے نزدیک مقرن کے تین بیٹے معقل، سوید اور نعمان اور بعض کے نزیک ان سے مراد ابو موسی اشعری اور ان کے دوسرے یمنی ساتھی۔ (اطلس القرآن: 437، دارالسلام)

مخلَّفون (پیچھے رہنے والے):

یہ لوگ جو پیچھے رہنے والے تھے یہ بنو غفار کے بیاسی (۸۲) آدمی تھے، اللہ تعالی نے انہیں معذور تسلیم نہیں فرمایا۔

(اطلس القرآن: 438، دارالسلام)

منافقوں کی حضرت علیؓ پر طعنہ زنی:

ابن اسحاق کہتے ہیں عبد اللہ بن ابی نے اپنا لشکر علیحدہ حضور ﷺ کے لشکر سے کچھ فاصلہ پر کھڑا کیا، تمام منافقین اور اہل شک وریب اس کے ساتھ تھے۔ جب حضور ﷺ آگے روانہ ہوئے تو عبد اللہ بن ابی منافقوں کے ساتھ پیچھے رہ گیا اور حضور ﷺ کے ساتھ نہ گیا۔ حضور ﷺ نے حضرت علی بن ابی طالب کو اپنے گھر کی حفاظت کے واسطے مدینہ چھوڑ دیا تھا۔ منافقوں نے یہ کہنا شروع کیا کہ علی کو حضور ﷺ بوجھ ہلکا کرنے کے واسطے چھوڑ گئے ہیں، کیونکہ علی کے ساتھ جانے سے حضور ﷺ پر بڑا بار ہوتا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ اس بات کو سن کر بہت ناراض ہوئے اور اپنے ہتھیار پہن کر مقام جرف میں حضور ﷺ کے پاس پہنچے اور عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ کیا آپ میرے بار کو خیال کرکے مجھے چھوڑ آئے، حضور ﷺ نے فرمایا: نہیں، وہ لوگ جنہوں نے تم سے یہ بات کہی ہے جھوٹ بولتے ہیں، میں نے تم کو فقط اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے واسطے چھوڑا ہے، تم جاؤ اور وہیں رہو۔ اے علی! کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہاری نسبت مجھ سے ایسے ہے جیسے ہارون علیہ السلام کی موسی علیہ السلام سے مگر یہ بات ہے کہ میرے بعد نبی نہیں ہے۔ (اور ہارون نبی تھے) پس حضرت علی رضی اللہ عنہ مدینہ کو چلے آئے اور حضور ﷺ آگے روانہ ہوئے۔ (ابن ہشام: 2/451، رحمانیہ)

منافقوں کی چالیں:

منافق ہر وقت اپنی چالوں میں مصروف رہتے تھے اور وہ مخلص مسلمانوں کو جہاد سے روکنے کی ہر ممکن کوشش کرتے تھے اور کہتے گرمی بہت زیادہ ہے راستے میں مر کھپ جاؤ گئے، یہ سب جہاد سے بے رغبتی پھیلانے کے لیے کرتے تھے۔

کچھ منافق سویلم نامی یہودی کے گھر مقام جاسوم جمع ہوئے، لوگوں کو تبوک جانے سے روکنا مقصود تھا، رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ہوئی تو حضرت طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ اس کا گھر جلادو، انہوں نے ایسا ہی کیا۔ چھت پر سے کود کر سب نے جان بچائی۔

(سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ: 3/ 443، پی ایس او)

مسجد ضرار۔ سازش گاہ:

منافقین اور یہود کی ریشہ دوانیاں اور اسلام دشمن سرگرمیاں آئے دن نئے سے نئے روپ میں ظاہر ہوتی رہتی تھیں۔ مسجد ضرار کا قضیہ (یعنی مسجد کا بنانا) بھی انہی سازشوں کی ایک کڑی تھی۔

مدینہ منورہ کا ابو عامر جو زمانہ جاہلیت میں نصرانی ہو گیا تھا۔ ابو عامر راہب کے نام سے شہرت رکھتا تھا، یہ وہی ابو عامر ہے جس کے بیٹے سیدنا حنظلہؓ کو شہید ہو جانے پر ملائکہ نے غسل دیا اور اسلامی تاریخ میں "غسیل ملائکہ" کے لقب سے یاد کیے جاتے ہیں۔

امام الانبیاء حبیب کبریا ﷺ جب مدینہ باسکینہ میں فروکش ہوئے تو ابو عامر نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر چند اعتراض کیے۔ حضور انور ﷺ کے شافی جوابات کے باوجود اس کی تشفی نہ ہوئی اور کہنے لگا ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ مردار ہو کر مرے اور احباب واقارب سے دور مسافرت میں اس کی موت آئے اور مزید اپنے خبث باطن کا اظہار ان الفاظ میں کیا کہ آپ کے مقابلہ میں جو دشمن بھی آئے گا میں اس کی امداد کروں گا۔

چنانچہ غزوہ حنین تک آپ ﷺ کے مقابلہ میں تمام غزوات میں برابر شریک ہوتا رہا لیکن جب مسلمانوں کے ہاتھوں قبیلہ بنو ہوازن کی شان وشوکت تاخت وتاراج ہوئی تو وہ مایوس ہو کر ملک شام کی طرف بھاگ گیا اور اسی کسمپرسی کے عالم میں بے یارو مددگار خویش واقارب سے کوسوں دور مردار ہو گیا اور اپنی ہی بددعا کا شکار ہوا۔

ابو عامر بدنصیب نے قیصر روم سے سازباز کر کے یہ پروگرام بنایا کہ مدینہ منورہ پر حملہ کر کے مسلمانوں کو نیست ونابود کر دیا جائے۔ لیکن اپنی اس سوقیانہ چال پر مسجد کا روپ دھار کر سامنے آیا اور منافقین کے تعاون سے قبا میں ایک مکان تعمیر کرایا جسے بظاہر مسجد کا نام دیا۔ اس میں اسلحہ کے انبار لگا دیئے گئے اور اسے مسلمانوں کے خلاف سازش کا مستقل اڈا بنا لیا گیا۔

جب تمام تیاریاں مکمل ہو گئیں تو حضور اقدس ﷺ کا تعاون حاصل کرنے کے لیے منافقین نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاظر ہو کر کہا کہ ہم نے بیمار، معذور اور بوڑھے مسلمانوں کی راحت رسانی کے لیے ایک نئی مسجد بنائی ہے۔ آپ وہاں تشریف لائیں اور نماز پڑھ کر اس کا افتتاح فرمادیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا فی الحال تو میں جنگ تبوک کی تیاری میں مصروف ہوں البتہ واپسی پر اس جگہ نماز ادا کروں گا۔

حضور انور ﷺ غزوہ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے کہ راستہ ہی میں وحی خداوندی نے منافقوں کے اس ڈھول کا پول کھول دیا اور ان کی اس خطرناک سازش کو ناکام بنا دیا۔ جب اللہ رب العزت نے اسے "مسجد ضرار" قرار دیا تو حضور اقدس ﷺ نے چند صحابہ کرامؓ کو حکم دیا کہ اس عمارت کو مسمار ومنہدم کر کے آگ لگا دیں اور اسے صفحہ ہستی سے مٹا دیں، چنانچہ صحابہ کرامؓ نے تعمیل ارشاد میں منافقوں

کے اس قلعہ کو زمین بوس کر دیا اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ جب اس جگہ کو صاف کر دیا تو حضور اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے عاصم بن عدی کو فرمایا کہ وہاں مکان بنالیں۔ لیکن انہوں نے معذرت چاہتے ہوئے ثابت بن اقرم کی سفارش کر دی، گو ثابت بن اقرم نے مکان بنالیا مگر اس جگہ کی نحوست کے باعث ان کے ہاں کوئی بچہ ہی پیدا نہ ہوتا اور اگر کوئی پیدا ہوتا تو مر جاتا تھا۔ مؤرخین کا کہنا ہے کہ انسان تو کجا وہاں مرغی، کبوتر یا کسی جانور نے بھی انڈے بچے نہیں دیئے اور نہ ہی پھولا پھلا، آج تک وہ جگہ ویران پڑی ہے۔(تاریخ مدینہ منورہ:488،رحمانیہ)

مسجد ضرار کی منصوبہ بندی کے شرکاء:

مؤرخ ابن اسحاق کی روایت بیان کرتا ہے کہ مسجد ضرار کی منصوبہ بندی اور خطرناک سازش میں ۱۲، افراد شریک تھے۔ جبکہ اصل سرغنہ ابو عامر تھا۔

بارہ شرکاء کے نام:

(۱) خذام بن خالد، قبیلہ بنی عبید بن زید بن مالک

(۲) ثعلبہ بن حاطب قبیلہ بنو امیہ بن زید جو بنو عمرو بن عوف کی ایک شاخ تھی۔

(۳) معتب بن قشیر قبیلہ بنو ضبیعہ بن زید

(۴) ابو حبیبہ بن الاذعر

(۵) عباد بن حنیف، قبیلہ بنو عمرو بن عوف

(۶) حارثہ بن عامر اور اس کے دونوں بیٹے

(۷) مجمع

(۸) زید

(۹) بنتل بن الحارث

(۱۰) مخرج اور

(۱۱) محادیہ دونوں عثمان کے بیٹے ہیں۔

(۱۲) ودیعہ بن ثابت قبیلہ بنو امیہ بن زید۔((حواشی) دَلَائِلُ النُّبُوَّة:5/260، دار الکتب العلمیہ)

تین پیچھے رہنے والے صحابہ کرامؓ:

کچھ مسلمان لوگ مخلص ہونے کے باوجود سستی کر بیٹھے حتی کہ جناب رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم سے پیچھے رہ گئے حالانکہ وہ شک اور نفاق سے کوسوں دور تھے۔(اطلس القرآن:439، دارالسلام)

سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ، مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہ، ہلال بن امیہ رضی اللہ عنہ یہ تین صحابی ایسے تھے جو صالحین صحابہ میں سے تھے مگر روانہ نہ ہو سکے جب آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تبوک سے واپس مدینہ آئے تو ان تینوں نے حاضر خدمت ہو کر صاف صاف اقرار کیا، ان کے لیے حکم صادر ہوا کوئی ان تینوں سے ہم کلام نہ ہو، پچاس دن تک یہ برابر استغفار کرتے رہے، تب خدائے تعالی طرف سے حکم نازل ہوا کہ ان کی توبہ قبول ہوگئی ہے، جب تک ان کی توبہ قبول نہ ہوئی، کوئی شخص حتی کہ ان کے گھر والے بھی ان کی کسی بات کا جواب نہ دیتے تھے، ان کو سلام

کا جواب بھی لوگوں سے نہ ملتا تھا، زندگی ان کے لیے وبال جان اور دو بھر تھی، یہ کیفیت جب مشہور ہو کر غسانی بادشاہ کے کانوں تک پہنچی تو اس نے اپنا ایلچی خط دے کر سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا کہ تم ایک رئیس اور شریف آدمی ہو، تمہارے ساتھ محمد نے بہت ہی برا سلوک کیا ہے، تم میرے پاس چلے آؤ میں تمہاری خوب عزت اور دل دہی کروں گا، سیدنا کعب بن مالکؓ کے پاس جب یہ خط پہنچا تو انہوں نے یہ خط پڑھ کر تنور میں ڈال دیا اور ایلچی سے کہا کہ جاؤ اس کا یہی جواب تھا، جب سیدنا کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی توبہ قبول ہوئی اور رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنھم نے ان کو مبارک باد دی تو انہوں نے اپنا تمام مال اللہ تعالی کے نام پر صدقہ کر دیا۔ (تاریخ اسلام: 1/252، الحسن)

ابو خیثمہ کی روانگی:

ان تین صحابہ کرامؓ کے علاوہ ایک چوتھے شخص بھی تھے مگر یہ بعد میں اکیلے چل کر تبوک میں نبی کریم ﷺ سے جا ملے تھے گویا انہوں نے غلطی کا تدارک کر لیا۔ ان کا نام ابو خیثمہؓ عبد اللہ بن خیثمہ انصاری تھا، ان کا تعلق بنو سالم سے تھا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں جب حضور ﷺ کو مدینہ سے گئے کئی دن گذر گئے۔ ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ ایک دن اپنے گھر میں آئے اور وہ وقت سخت گرمی کا تھا، دیکھا کہ ان کی دونوں بیویوں نے ان کے واسطے پانی خوب ٹھنڈا کر رکھا ہے اور کھانا بھی تیار ہے۔ ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اس سامان کو دیکھ کر کہا، افسوس ہے کہ رسول خدا ﷺ تو اس گرمی اور لو کے سفر میں ہوں اور ابو خیثمہؓ یہ ٹھنڈا پانی اور عمدہ کھانا خوبصورت عورت کے پاس بیٹھ کر کھائے، ہرگز یہ انصاف نہیں ہے، پھر اسی وقت ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنی بیویوں کہا کہ جلد سامان سفر میرے واسطے تیار کرو تاکہ میں حضور ﷺ کے پاس پہنچوں۔ بیویوں نے سامان درست کیا اور ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ اونٹ پر سوار ہو کر حضور ﷺ کی تلاش میں روانہ ہوئے۔ راستہ میں ان کو عمیر بن وہب جمحی بھی مل گئے، یہ بھی حضور ﷺ کی تلاش میں جا رہے تھے، یہاں تک یہ دونوں حضور ﷺ سے تبوک میں جا ملے۔ جب مسلمانوں ان کو دور سے آتے دیکھا تو کہنے لگے کہ راستہ میں ایک سوار آ رہا ہے، حضور ﷺ نے فرمایا ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ ہو گا۔ جب یہ نزدیک پہنچے تو لوگوں نے عرض کیا حضور ﷺ ہاں ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ ہی ہیں۔ اور ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے عمیر بن وہب سے کہا تھا کہ ایک گناہ کیا ہے تم میرے ساتھ ہی حضور ﷺ کی خدمت میں چلنا مجھ سے الگ نہ ہو جانا چنانچہ جب یہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئے۔ اور سلام کیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: اے ابو خیثمہ! تم پر افسوس ہے۔ تب ابو خیثمہ رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا قصہ بیان کیا۔ حضور ﷺ بہت خوش ہوئے اور ان کے حق میں دعائے خیر کی۔ (سیرت ابن ہشام: 2/452، رحمانیہ)

مقام حجر:

حجر مدینہ اور شام کے درمیان اس مقام اور جگہ کا نام ہے جہاں صالحؑ کی قوم، ثمود رہتی تھی۔ (کشف الباری (کتاب المغازی): 651، فاروقیہ)

مقام عذاب سے گزر:

راستہ میں وہ عبرتناک مقام بھی پڑتا تھا جہاں قوم ثمود پر اللہ کا عذاب نازل ہوا تھا۔ جب آپ وہاں سے گزرے تو اس قدر متاثر ہوئے کہ چہرہ انور پر کپڑا لٹکا لیتے اور ناقہ کو کر دیتے اور صحابہ کو تاکید فرماتے کہ کوئی شخص ان ظالموں کے مکانات میں داخل نہ ہو اور نہ یہاں کا پانی پیئے اور نہ اس سے وضو کرے، روتے ہوئے اس طرف سے گزر جائیں اور جن لوگوں نے غلطی اور لاعلمی سے پانی لے لیا تھا یا اس پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا ان کو حکم ہوا کہ وہ پانی گرا دیں اور وہ آٹا اونٹوں کو کھلا دیں۔

مسجد حرام ،مسجد اقصی اور مسجد نبوی جو کہ ہر وقت اللہ جل جلالہ کی طاعت وبندگی سے معمور ہیں وہاں جانا،وہاں ٹھہرنا،وہاں رہنا عین قربت اور عبادت اور سراسر موجب خیر وبرکت اور باعث نزول رحمت ہے۔اس کے برعکس ان مقامات میں قصداً داخل ہونا جو ایک عرصہ تک اللہ جل شانہ کی نافرمانی کا مرکز رہے ہوں اور وہاں اللہ کا قہر اور عذاب نازل ہوا ہو،نہایت خطرناک ہے۔جس طرح حرم الہی میں داخل ہونے والے کے لیے یہ حکم ہے (مَنۡ دَخَلَه كَانَ اٰمِنًا) اسی طرح مواقع عذاب میں داخل ہونے سے نزول عذاب کا اندیشہ ہے۔بیت الحرام خواہ کوئی اس کا طواف کرے یا نہ کرے وہ فی حد ذاتہ خیرات وبرکات اور انوار و تجلیات کا منبع اور سرچشمہ ہے۔اس کے دیکھنے ہی سے دل کی ظلمتیں اور کدورتیں دور ہوتی ہیں۔اس سرزمین کی آب وہوا ہی امراض روحانی کے لئے پیام شفا ہے۔پس عجب نہیں کہ اطباء روحانی کی نظر میں مواقع عذاب کی آب وہوا مسموم ہو اور وہاں کے زہریلے جراثیم روح اور قلب کے لئے مضر ہوں،اس لئے آپ نے وہاں کے پانی استعمال کرنے کی قطعاً ممانعت کر دی اور جس کنویں سے حضرت صالح علیہ السلام کی ناقہ (اونٹنی) پانی پیا کرتی تھی،اس کنویں سے پانی لینے کا حکم دیا،اس لئے کہ وہ کنواں معصیت اور غضب خداوندی سے پاک تھا۔آب زم زم چونکہ مبارک پانی ہے اور امراض ظاہری اور امراض باطنی کے لئے اکسیر ہے اس لئے اس کے پینے کی تاکید فرمائی کہ جس قدر پی سکو پیو۔جو بدنصیب اللہ اور اس کے رسول کی معصیت اور نافرمانی پر تل گئے یہاں تک کہ ان پر اللہ کا عذاب نازل ہوا وہ حقیقت میں جانور اور بہائم بلکہ ان سے بھی بدترین ہیں کما قال تعالیٰ "اُولٰٓئِکَ کَالۡاَنۡعَامِ بَلۡ هُمۡ اَضَلُّ" (الاعراف:۱۷۹)

ترجمہ: وہ لوگ چوپایوں کی طرح ہیں،بلکہ وہ ان سے بھی زیادہ بھٹکے ہوئے ہیں۔

اس لئے آپ نے اس آٹے کے متعلق جو قوم ثمود کے پانی سے گوندھا گیا تھا یہ حکم دیا کہ اونٹوں کو کھلا دیا جائے،ایسا پانی جانوروں کے مزاج کے مناسب ہے۔انسانوں کے مناسب نہیں،الغرض جس وقت آپ ﷺ اس سرزمین عذاب سے گزرے تو آپ کو اندیشہ ہوا کہ مبادا اس مقام کی زہریلی آب وہوا کا اثر صحابہ پر نہ ہو جائے۔اس لئے اس سے حفاظت کے لئے ایک تریاق تجویز فرمایا وہ یہ کہ اس مقام سے سرنگوں اور روتے ہوئے گزر جائیں یعنی تخشع،تضرع اور گناہوں پر ندامت اور شرمساری کرتے ہوئے،اس جیسے مقام کی زہریلی آب وہوا سے بچنے کے لئے تریاق اور اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔انجکشن لینے کے بعد اگر طاعونی محلہ سے گزر جائے تو اندیشہ نہیں۔اے دوستو،بارگاہ خداوندی میں توبہ استغفار اور گناہوں پر شرمساری ایک ایسا قوی اور زبردست انجکشن ہے کہ سخت سے سخت زہریلا مادہ بھی اس کے بعد باقی نہیں رہ سکتا۔

(سیرت المصطفی ﷺ:2/478،الحسن)

حجر مقام پر ہدایت فرمانا:

حجر مقام پر پہنچ کر آپ ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ کوئی شخص تنہا نہ نکلے۔اتفاق سے دو شخص تنہا نکل پڑے،ایک کا دم گھٹ گیا جو آپ کے دم کرنے سے اچھا ہوا اور دوسرے شخص کو ہوا نے طے کے پہاڑوں میں لے جا کر پھینک دیا جو ایک مدت کے بعد مدینہ پہنچے۔

(سیرت المصطفی ﷺ:2/479،الحسن)

راوی کہتا ہے حضور ﷺ کے اس ارشاد کے موافق سب لوگوں نے عمل کیا۔مگر بنی ساعدہ کے دو شخص بھول گئے اور ان میں سے ایک قضائے حاجت کے واسطے رات کو تنہا گیا پس عین قضائے حاجت میں اس کو خناق کا عارضہ ہو گیا اور دوسرا اپنا اونٹ تلاش کرنے گیا تھا اس کو آندھی نے بنی طے کے پہاڑوں کے درمیان میں جو یہاں سے ایک مدت کے راستہ پر دور تھے پھینک دیا۔جب حضور کو یہ خبر ہوئی فرمایا اسی واسطے میں نے تم کو پہلے ہی منع کیا تھا کہ تنہا کوئی شخص باہر نہ نکلے پھر حضور ﷺ نے اس شخص کے واسطے دعا کی ۔جس کو خناق

ہو گیا تھا خدا نے اس کو شفا دی اور دوسرا شخص جس کو آندھی نے بنی طے کے پہاڑوں میں پھینک دیا تھا۔ اس کو جب قبیلہ طے کے لوگ مدینہ میں حضور کی خدمت میں آئے تو اپنے ساتھ لیتے آئے، اور حضور کی نذر کیا۔(سیرت ابن ہشام:2/452، رحمانیہ)

آگے کے مناظر:

آگے چل کر جب ایک منزل پر ٹھہرے تو پانی نہ تھا، سخت پریشان ہوئے، اللہ تعالی نے آپ کی دعا سے مینہ برسا دیا جس سے سب سیراب ہو گئے۔ وہاں سے چلے تو راستہ میں آپ کی اونٹنی گم ہو گئی، ایک منافق نے کہا: آپ آسمان کی خبر تو بیان کرتے ہیں مگر اپنے ناقہ کی خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے۔

آپ نے فرمایا! خدا کی قسم مجھ کو کسی چیز کا علم نہیں ہے مگر وہ جو اللہ تعالی نے مجھ کو بتلا دیا ہے اور اب بالہام الہی مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ وہ ناقہ فلاں وادی میں ہے اور اس کی مہار ایک درخت سے اٹک گئی ہے جس سے وہ رکی ہوئی ہے۔ چنانچہ صحابہ جا کر اس اونٹنی کو لے آئے۔

(سیرت المصطفی ﷺ:2/480، الحسن)

حضور کا ایک معجزہ:

تبوک پہنچنے سے ایک روز پہلے آپ نے صحابہ سے فرمایا کہ کل چاشت کے وقت تم تبوک کے چشمہ پر پہنچو گے کوئی شخص اس چشمہ سے پانی نہ لے، جب اس چشمہ پر پہنچے تو پانی کا ایک ایک قطرہ اس میں سے رس رہا تھا۔ تمام پانی ایک برتن میں جمع کیا گیا۔ آپ نے اس پانی سے اپنا ہاتھ اور منہ دھو کر پھر اسی چشمہ میں ڈال دیا، اس پانی کا ڈالنا تھا کہ وہ چشمہ فوارہ بن گیا، جس سے تمام لشکر سیراب ہوا اور معاذ بن جبلؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: اے معاذ! تو زندہ رہا تو اس خطہ کو باغات سے سرسبز اور شاداب دیکھے گا۔(رواہ مسلم) ابن اسحاق کی روایت ہے کہ وہ آج تک فوارہ جاری ہے، دور سے اس کی آواز سنائی دیتی ہے۔

تبوک پہنچ کر آپ نے بیس روز قیام فرمایا، مگر کوئی مقابلہ پر نہیں آیا، لیکن آپ کا آنا بیکار نہیں گیا۔ دشمن مرعوب ہو گئے اور آس پاس کے قبائل نے حاضر ہو کر سر تسلیم خم کیا۔ اہل جربہ، اذرح اور ایلہ کے فرمانروا نے حاضر خدمت ہو کر صلح کی اور جزیہ دینا منظور کیا۔ آپ نے ان کو صلح نامہ لکھوا کر عطا فرمایا۔(سیرت المصطفی ﷺ:2/480، الحسن)

منافقوں کا نفاق:

بنی عبد الاشہل میں سے ایک شخص کہتے ہیں۔ میں نے محمود سے پوچھا کہ کیا نفاق لوگوں میں ظاہر معلوم ہوتا تھا؟ محمود نے کہا ہاں قسم ہے خدا کی ہر شخص اپنے بھائی اور رشتہ دار کے نفاق کو جانتا تھا مگر پھر وہ مشتبہ ہو جاتا تھا۔ پھر محمود نے کہا میری قوم کے ایک شخص نے مجھ کو بیان کیا ہے کہ غزوہ تبوک میں ایک منافق جس کا نفاق ظاہر تھا حضور ﷺ کے ساتھ تھا۔ جب حضور ﷺ کی دعا سے بادل آیا اور بارش ہوئی اور سیراب ہوئے تو بعض مسلمانوں نے اس منافق سے کہا کہ اب ایسا معجزہ دیکھ کر بھی تجھ کو شبہ ہے اس نے کہا معجزہ کیسا، ایک چلتا ہوا بادل تھا برس گیا۔(ابن ہشام:2/453، رحمانیہ)

ابن الصیت منافق:

ابن اسحاق کہتے حضور کسی سفر میں ایک جگہ اترے تھے کہ آپ ﷺ کی سواری سانڈنی گم ہو گئی تھی۔ لوگ اس کو تلاش کرنے گئے تھے اور عمارہ بن حزم آپ کے صحابی جو بیعت عقبہ اور جنگ بدر میں شریک تھے۔ اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے اور عمارہ کے خیمہ میں ایک شخص زید بن الصیت نامی منافق تھا، اس نے اپنے پاس کے لوگوں سے کہا کہ کیا محمد ﷺ یہ نہیں کہتے ہیں کہ میں نبی ہوں

اور میرے پاس آسمان سے خبر آتی ہے، پھر کیا وجہ کہ ان کی سانڈنی گم ہوگئی اوراس کی ان کو خبر نہیں کہ وہ کہاں ہے؟اس شخص نے یہاں یہ بات کہی اوروہاں حضور ﷺ نے عمارہ بن حزم سے فرمایا کہ اس وقت ایک شخص کہہ رہاہے کہ محمد کہتے ہیں میں نبی ہوں اور میرے پاس آسمان سے خبر آتی ہے حالانکہ وہ یہ نہیں جانتے کہ ان کی اونٹنی کہاں ہے اور قسم ہے خدا کی مجھ کو اسی بات کا علم ہوتا ہے جو خدا مجھ کو بتلاتا ہے، جاؤ تم جنگل کی فلاں گھاٹی دیکھو اونٹنی کی مہار ایک درخت میں الجھ گئی ہے اوروہاں کھڑی ہوئی ہے، تم اس کو لے آؤ صحابہ گئے اوراس سانڈنی کو حضور ﷺ کی خدمت میں لے آئے۔اس کے بعد عمارہ بن حزم اپنے خیمہ میں آئے اور کہا:اس وقت ہم سے حضور ﷺ نے ایک عجیب بات بیان کی جس کی خبر خدانے آپ کو دی کہ ایک شخص ایسااورایسا کہہ رہاہے جولوگ اس وقت خیمہ میں موجود تھے۔انہوں نے کہاواقعی یہ بات زید بن الصیت نے ابھی کہی تھی، عمارہ نے یہ سنتے ہی زید بن الصیت کی گردن پکڑ کر کہااے دشمن خدا!میرے خیمہ سے باہر نکل، مجھے خبر نہ تھی کہ یہ خبیث ہی خیمہ میں ہے، خبر دار جواب تو میرے پاس آیا۔

ابن اسحاق کہتے ہیں۔ بعض لوگوں کا بیان ہے کہ زید بن الصیت نے اس واقعہ کے بعد توبہ کرلی تھی اور بعض کہتے ہیں آخر دم تک وہ ایسی باتیں کرتا رہا۔(سیرت ابن ہشام:2/453،رحمانیہ)

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمان نبوی ﷺ:

راوی کہتا ہے پھر حضور ﷺ نے اس منزل سے کوچ فرمایااورلوگوں کا یہ حال تھا کہ ایک ایک دودو ہر منزل میں پیچھے رہتے جاتے تھے، صحابہ حضور ﷺ سے عرض کرتے کہ یارسول اللہ! آج فلاں شخص پیچھے رہ گیا، حضور ﷺ فرماتے: تم بھی اس کو چھوڑ دو، اگراس میں کچھ بھلائی ہوگی خداتم سے اس کوملادے گا۔ چنانچہ ایک منزل میں ابوذر پیچھے رہ گئے، یہ نفاق کی وجہ سے پیچھے نہ رہے تھے بلکہ ان کا اونٹ تھک گیاتھااور چلتانہ تھا۔ آخرجب یہ لاچار ہوگئے توانہوں نے اسباب اپنے کندھے پر رکھے اورپیدل روانہ ہوئے، جب حضور ﷺ کے لشکر کے قریب پہنچے توصحابہؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیایارسول اللہ! ایک آدمی پیدل چلا آتاہے،حضور ﷺ نے فرمایا:ابوذر ہوگا۔ جب یہ نزدیک آئے تواس شخص نے عرض کیاحضورہاں قسم ہے خداکی ابوذر ہیں۔حضورنے فرمایا: ابوذر پر خدا رحم کرے، پیدل تنہاچلتاہے اور تنہاہی مرے گااور تنہاہی قبر سے اٹھے گا۔(ابن ہشام:2/454،رحمانیہ)

تنہامسافر:

ابن اسحٰق کہتے ہیں جب حضرت عثمانؓ نے ابوذر رضی اللہ عنہ کو مقام ربذہ کی طرف شہر بدر کیاہے اوروہاں یہ بیمار ہوئے ہیں توان کے پاس اس وقت صرف ایک ان کی بیوی اورایک غلام تھااورانہوں نے اس وقت وصیت کی کہ جب میں مرجاؤں تم مجھ کو نہلا کر کفن دینااور پھر میراجنازہ راستہ کے بیچ رکھ دینااور جو شخص سب سے پہلے راستہ سے گزرتاہوا ملے،اس سے کہنا کہ یہ ابوذر صحابی رسول کا جنازہ ہے، اے شخص!تم ہماری ان کے دفن کرانے میں مدد کرو۔چنانچہ جب ان کاانتقال ہوگیاتوبیوی اور غلام نے ایساہی کیا، نہلانے اور کفن دینے کے بعدان کاجنازہ راستہ پر رکھ دیااور کسی آنے والے کے منتظر رہے کہ اتنے میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ چنداہل عراق کے ساتھ اس طرف سے گذرے اور قریب تھاکہ ان کے اونٹ ابوذر کے جنازہ کوروندڈالیں کہ غلام نے کھڑے ہوکر کہا،یہ جنازہ ابوذر،رسول خداکے صحابی کاہے۔اے جانے والو!تم ان کے دفن کرنے میں ہماری مدد کرو، عبداللہ بن مسعودنے کہا:لاالہ الااللہ اور بہت روئے اور کہا:رسول خدا ﷺ نے سچ فرمایاتھاکہ ابوذر تنہاپیدل چلتاہے، تنہاہی مرے گااور تنہاہی قبر سے اٹھے گااور پھر عبداللہ بن مسعودؓنے غزوہ تبوک میں ابوذر کا قصہ بیان کیااورابوذر کو دفن کرکے چلے گئے۔(سیرت ابن ہشام:2/454،رحمانیہ)

اہل طائف کا قبول اسلام:

رسول اللہ ﷺ کے غزوہ تبوک سے واپس تشریف لانے کی خبر اہل طائف نے سنی تو ان کو یقین ہو گیا کہ مسلمانوں سے لڑنے کی طاقت ہم میں نہیں ہے، سیدنا عروہ بن مسعودؓ جو طائف میں شہید ہوئے تھے، ان کے لڑکے ابوالملیح رضی اللہ عنہ اور بعض دوسرے اہل طائف مدینہ میں آکر مسلمان ہو چکے تھے، تبوک سے واپس ہونے پر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عبدیالیل بن عمرو اہل طائف کی طرف سے وکیل بن کر آئے، آپ ﷺ نے ان لوگوں کے لیے مسجد میں ایک خیمہ نصب کرا دیا، عبدیالیل اور ان کے ہمراہیوں نے اسلام قبول کیا اور اپنی قوم کی طرف سے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی، آپ ﷺ نے ان پر عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کو حکمراں مقرر فرمادیا اور مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کولات کے بت اور مندر کے منہدم کرنے کے لیے روانہ کیا، بت خانہ میں سے جو مال برآمد ہوا اس سے سیدنا عروہ بن مسعودؓ کا قرضہ ادا کیا گیا، باقی مسلمانوں میں تقسیم کر دیا گیا۔

آپ ﷺ کے تبوک سے مدینہ واپس آتے ہی پھر وفود کا سلسلہ جاری ہو گیا، برابر وفود آتے، اسلام قبول کرتے اپنی اپنی قوم کی طرف سے بیعت کرتے اور تعلیم اسلام کے لیے معلم ہمراہ لے کر واپس ہوتے، آپ ﷺ ہر ایک وفد کو رخصت کرتے وقت انعام اور حوصلہ بھی ضرور دیتے تھے۔

تبوک سے واپس آکر آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو ایک جمعیت دے کر بلادِ طے (طے کے علاقے) کی جانب روانہ کیا، سیدنا علیؓ نے بلاد طے کے قریب پہنچ کر حملہ کیا، عدی بن حاتم فرار ہو کر شام کی طرف بھاگ گیا، سیدنا علی حاتم کی لڑکی کو قید کرلائے اور دو تلواریں ان کے بت خانے سے لے آئے جن کو حرث بن ابی عمر نے چڑھایا تھا، حاتم کی لڑکی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ مجھ پر احسان کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں نے تجھ پر احسان کیا یعنی تجھ کو آزاد کر دیا لیکن تو جلدی نہ کر، کوئی معتبر اور معزز شخص آئے تو میں اس کے ہمراہ تجھ کو تیرے ملک میں پہچا دوں گا، اتنے میں چند لوگ ملک شام کے آئے، ان کے ہمراہ آپ ﷺ نے اس لڑکی کو کپڑے اور زادراہ وغیرہ دے کر رخصت کیا۔

یہ لڑکی جب اپنے بھائی عدی بن حاتم کے پاس پہنچی تو عدی نے اپنی بہن سے پوچھا کہ تو اس شخص یعنی رسول اللہ ﷺ کو کیسا پایا؟ اس نے کہا کہ وہ شخص ملنے کے قابل ہے، نہایت خلیق اور اعلیٰ درجہ کا محسن ہے، عدی یہ سنتے ہی اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی قوم کی طرف سے وفد ہو کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، آپ ﷺ نے اس کی بڑی عزت کی اور مسجد نبوی ﷺ سے اپنے ہمراہ لیے ہوئے مکان پر آئے اور اس کو بچھونے پر بٹھایا، ایک عورت اثناء راہ مل گئی، اس نے آپ ﷺ کو روک لیا، جب تک وہ بات کرتی رہی آپ ﷺ کھڑے رہے، عدی بن حاتم کو اس خُلق نے مسخر کر لیا پھر آپ ﷺ نے عدی بن حاتم کو کچھ نصائح فرمائے، عدی بن حاتم نے اپنا ہاتھ بڑھایا، بیعت کی اور مسلمان ہو کر اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے۔ (تاریخ اسلام: 1/253، الحسن)

ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ کا اخلاص:

جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اپنا مال حضور ﷺ کی خدمت میں جمع کروا رہے تھے۔ اتنے میں ابو عقیل انصاری رضی اللہ عنہ شرماتے شرماتے بوجھل قدموں سے صحن مسجد میں داخل ہوئے، ہاتھ میں ایک میلی کچیلی تھیلی تھی۔ صحن میں عطیات کا ڈھیر دیکھا تو ان کے بڑھتے ہوئے قدم آپ ہی آپ رک گئے۔ رسول اللہ ﷺ کی ان پر نظر پڑی تو پوچھا۔ رک کیوں گئے؟ عرض کیا:

یارسول اللہ ﷺ کچھ نذرانے کی نیت سے آیا تھا۔ یہاں اس ڈھیر کو دیکھ کر پیش کرنے کی ہمت نہیں ہوتی۔ بھلا میرا ہدیہ ان نذرانوں میں کوئی نذرانہ ہے۔

؎جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ رات بھر ایک یہودی کے کھیت کو کنویں سے ڈول ڈول پانی کھینچ کر سیراب کرتا رہا۔ صبح مزدوری میں اس نے ایک صاع چھوہارے دیئے ہیں۔ بال بچوں کی بھوک مٹانے کو کچھ گھر دے آیا ہوں، باقی راہ خدا میں ایک حقیر مزدور کا نزرانہ ہے۔ یہ کہہ کر ساقی کوثر ﷺ کا چہرہ بہ حسرت ویاس تکنے لگے۔ ارشاد ہوا۔۔۔ ابوعقیل انصاری رضی اللہ عنہ کے یہ چھوہارے اس سیم وزر کے ڈھیر پر سب سے اوپر بکھیر دیئے جائیں، ایک مزدور کے جذبہ ایثار کی قدردانی کرنے والے کا ارشاد ہے "محنت کرنے والا اللہ کا دوست ہے" یہی وہ انداز دلبری تھا جو دلوں کو فتح کرتا تھا۔

منافقین نے کہنا شروع کیا کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اور عاصم بن عدی رضی اللہ عنہ نے اتنا مال دے کر ریا کا مظاہرہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول ﷺ تو ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اور ابوعقیل رضی اللہ عنہ کے ایک صاع سے بے نیاز ہے۔

اس پر وحی الٰہی نازل ہوئی۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔ (التوبة: ۷۹)

ترجمہ:

(یہ منافق وہی ہیں) جو خوشی سے صدقہ کرنے والے مؤمنوں کو بھی طعنے دیتے ہیں اور ان لوگوں کو بھی جنہیں اپنی محنت کی آمدنی کے سوا کچھ اور میسر نہیں ہے، اس لئے وہ ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ اللہ ان کا مذاق اڑاتا ہے، اور ان کے لئے دردناک عذاب تیار ہے۔

(سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ: 3/451، پی ایس او)

رسول اللہ ﷺ کے پہلے نائب:

تبوک سے واپس ہونے کے بعد وفود کا تو اتر ایسا تھا کہ آپ ﷺ مدینہ سے جدا نہیں ہو سکتے تھے، کیونکہ قبائل عرب برابر آ آ کر اسلام میں داخل ہو رہے تھے، جب حج کا موسم آیا تو آپ ﷺ نے اپنی جگہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حج کا امیر بنا کر روانہ کیا اور بیس اونٹ قربانی کے رسول اللہ ﷺ نے اپنی طرف سے ان کے ساتھ کئے، پانچ اونٹ قربانی کے سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنی طرف سے لیے، تین سو مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوا، سیدنا ابوبکر صدیقؓ کی روانگی کے بعد سورۃ براءۃ کی چالیس آیتیں نازل ہوئیں، جن میں یہ حکم تھا کہ اس سال کے بعد مشرکین مسجد حرام کے قریب نہ جائیں اور بیت اللہ کا طواف برہنہ ہو کر نہ کریں اور جس سے رسول اللہ ﷺ نے کوئی عہد کیا ہے وہ اس کی مدت تک پورا کر دیا جائے۔

یہ اعلان حج کے موقع پر ضروری تھا۔ آپ ﷺ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو یہ آیتیں دے کر اپنی اونٹنی پر سوار کرا کر روانہ کیا اور حکم دیا کہ بعدِ حج یوم النحر کھڑے ہو کر سب کو سنا دینا، سیدنا علیؓ روانہ ہوئے اور منزل ذوالحلیفہ میں سیدنا ابوبکرؓ کے قافلے سے جا ملے، سیدنا ابوبکر صدیق نے ان سے دریافت کیا: تم امیر ہو کر آئے ہو یا مامور ہو کر؟ سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ مامور ہو کر آیا ہوں، امیر آپ ہی رہیں گے، مجھ کو صرف یہ آیتیں سنانے کا حکم دیا گیا ہے، وہاں سے روانہ ہو کر مکہ میں پہنچے، سیدنا ابوبکر صدیقؓ نے امیر ہونے کی حیثیت سے ارکان حج ادا کئے، اس کے بعد سیدنا علی کرم اللہ وجہہ نے سورہ براءۃ کی آیات سنائیں۔

اسی سال آپ ﷺ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی وفات ہوئی، اسی سال حج فرض ہوا، اسی سال حج مسلمانوں کے زیر اہتمام ہوا، حضرت ابو بکرؓ نے لوگوں کو مناسک حج کی تعلیم دی، اس حج کے بعد تمام مشرکین کو صرف چار مہینے کی مہلت دی گئی اور اعلان کیا گیا کہ چار مہینے کے بعد اللہ تعالیٰ اور رسول مشرکوں سے بری الذمہ ہیں، اس اعلان کو سن کر مکہ میں جو لوگ ابھی تک شرک پر قائم تھے، وہ بھی اسلام میں داخل ہوگئے اور ہر طرف سے جوق در جوق آ آ کر قبائل مسلمان ہونے شروع ہوئے اور اسی سال عبد اللہ بن ابی فوت ہوا۔

(تاریخ اسلام: 1/254، الحسن)

منافقوں کا مسلمانوں کو ڈرانا:

ابن اسحٰق کہتے ہیں جب حضور ﷺ تبوک کو جا رہے تھے تو چند منافق آپ کی طرف اشارہ کر کے کہتے تھے کہ کیا تم رومیوں کی جنگ کو بھی مثل عرب کی جنگ کے سمجھتے ہو کہ ایک قبیلہ دوسرے قبیلہ سے لڑتا ہے۔ قسم ہے خدا کی ہم کل ہی تم کو رسیوں میں مشکیں بندھی ہوئی دکھادیں گے اور ان باتوں سے منافقوں کا مقصد یہ تھا کہ مسلمانوں کو خوف زدہ کریں۔ ان منافقوں میں سے بعض لوگوں کے نام یہ ہیں، ودیعہ بن ثابت بنی عمرو بن عوف میں سے اور مخشن بن حمیر اشجع میں سے اس گفتگو میں مخشن بن حمیر نے کہا: میں اس بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ تمہارے اس کہنے کے بدلہ میں سو سو کوڑے ہم میں سے ہر شخص کے لگیں ۔ مگر قرآن ہماری اس گفتگو کے بارے میں نازل نہ ہو اور حضور ﷺ نے عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا کہ تم ان لوگوں سے جا کر دریافت کرو کہ کیا باتیں کر رہے تھے؟ اور اگر وہ انکار کریں تو پس تم کہنا کہ کیا تم ایسا ایسا نہیں کہہ رہے تھے؟ حضرت عمار رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس آئے اور ان سے دریافت کیا انہوں نے صاف انکار کیا اور حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عذر نامعقول کرنے لگے، حضور ﷺ اس وقت اپنی سانڈنی پر سوار تھے کہ ودیعہ بن ثابت نے عرض کیا یا رسول اللہ: ہم تو ہنسی مذاق کر رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے حق میں یہ آیت نازل فرمائی "وَلَئِن سَاَلْتَهُم لَيَقُولُنَّ اِنَّمَا كُنَّا نَخُوضُ وَنَلْعَبُ" اور مخشن بن حمیر نے عرض کیا یا رسول اللہ میرا اور میرے باپ کا نام اچھا نہیں ہے اس کی یہ نحوست مجھ پر ہے اور مخشن ہی کو اس آیت میں معافی دی گئی ہے۔ پھر مخشن نے اپنا نام عبد الرحمٰن رکھا اور خدا سے دعا کی کہ میں اس طرح شہید ہوں کہ کسی کو میری خبر نہ ہو چنانچہ یمامہ کی جنگ میں یہ شہید ہوئے اور کسی کو ان کا پتہ نہ معلوم ہوا۔ (ابن ہشام: 2/454، رحمانیہ)

نماز قضاء ہوگئی:

"عن عقبة بن عامر، قال: خرجنا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك، فاسترقد رسول الله ﷺ ليلة لمّا كان منها على ليلة، فلم يستيقظ فيها حتّٰى كانت الشمسُ قيدَ رُمح قال: (اَلَم اَقُل لک یا بلال الكلأ لنا الفَجرَ) فقال: يا رسول الله! ذهب بی من النومِ الذی ذهب بک، فانتقل رسول الله ﷺ من ذلک المنزل غير بعيد، ثم صلی، ثم ذهب بقية يومه وليله، فاصبح بتبوک، فحمد الله واثنی عليه بما هو اهله، ثم قال: (اَمّا بعد: فَاِنَّ اَصدَقَ الحَدِيثِ كِتَابُ اللهِ۔۔۔ الخ"

ترجمہ:

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا کہ ہم نکلے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوہ تبوک کی طرف پس رسول اللہ ﷺ آرام کرنے کے لیے رات کو لیٹ گئے جبکہ آپ ﷺ تبوک سے ایک رات کے فاصلہ پر تھے، پس وقت پر بیدار نہ ہو سکے یہاں تک کہ جب بیدار ہوئے تو سورج نیزے برابر بلند ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور فرمایا: میں نے تمہیں نماز فجر کے لئے بیدار کرنے کو کہا تھا، عرض کیا: اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ کی طرح مجھے بھی نیند نے غافل کر دیا، پس وہاں سے کوچ

فرمایا، کچھ دور جا کر اترے اور قضاء نماز ادا کی، پھر دن بھر چلتے رہے۔ دوسری صبح تبوک پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، پس خطبہ میں اللہ کی حمد و ثناء کی جس کے وہ لائق ہے پھر کہا۔۔۔ الخ۔

(زادالمعاد فی ھدی خیر العباد: 3 / 641، دار الکتب العلمیہ)

سب شگوفے خطاب سے پھوٹے:

یہ خطبہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پر مشتمل ہے، ہر جملہ آپ ﷺ کی فصاحت و بلاغت کا شاہکار ہے، فصاحت ایسی کہ ہر لفظ گوہر آبدار، بلاغت ایسی کہ فطرت انسانی کا کوئی گوشہ چھوٹنے نہیں پایا۔

خطبہ کا ترجمہ درج ذیل ہے:

۱۔ بلاشبہ سب سے زیادہ سچی بات اللہ تعالیٰ کی کتاب (قرآن مجید) ہے۔

۲۔ اور سب سے مضبوط حلقہ تقویٰ کا لفظ ہے۔

۳۔ اور بہترین ملّت، ابراہیم (علیہ السلام) کی ملت ہے۔

۴۔ اور بہترین سنت محمد ﷺ کی سنت ہے۔

۵۔ اور سب سے افضل بات اللہ کی یاد ہے۔

۶۔ اور سب سے اچھا قصہ قرآن ہے۔

۷۔ اور سب سے اچھا کام وہ ہے جو صحیح طور پر پوری توجہ کے ساتھ کیا جائے۔

۸۔ اور سب سے برا کام وہ ہے جو اصل پر اضافہ (بدعت) ہو۔

۹۔ اور سب سے اچھی راہ (راہ زندگی) انبیاء علیہم السلام کی راہ ہے۔

۱۰۔ اور سب سے زیادہ باعزت موت شہیدوں کی ہے۔

۱۱۔ سیدھی راہ پا لینے کے بعد گمراہی، اندھے پن کی انتہاء ہے۔

۱۲۔ سب سے اچھا عمل وہ ہے جو نفع پہنچائے۔

۱۳۔ اور سب سے اچھا طریقہ وہ ہے جس کی اتباع کی جائے۔

۱۴۔ اوسب سے برا نابیناپن، دل کا ہے ۔

۱۵۔ اور اوپر والا ہاتھ (دینے والا) نیچے والے ہاتھ (لینے والا) سے بہتر ہے۔

۱۶۔ جو مال کم ہو اور ضرورت کے لئے کافی ہو جائے، وہ اس مال سے بہتر ہے جو بہت ہو اور غافل کر دے۔

۱۷۔ انتہائی برا عذر (توبہ) اس وقت کی توبہ ہے جب موت سامنے آ جائے۔

۱۸۔ اور سب سے بری ندامت وہ ہے جو قیامت کے دن ہو گی۔

۱۹۔ اور کچھ لوگ وہ ہیں جو جمعہ میں نہیں آتے مگر بڑی دیر سے۔

۲۰۔ اور کچھ لوگ ہیں جو اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر کبھی کبھی۔

۲۱۔ اور بہت بڑے گناہوں میں سے ہے جھوٹ بولنے والی زبان۔

۲۲۔اور بہترین بے نیازی نفس کی بے نیازی ہے۔

۲۳۔اور بہترین زاد سفر تقویٰ ہے۔

۲۴۔اور دانائی کا سب سے اونچا درجہ اللہ عزوجل سے ڈرتے رہنا ہے۔

۲۵۔اور بہترین چیز جو دلوں میں جاگزیں ہو یقین ہے۔

۲۶۔اور شک وشبہ کفر کی ایک قسم ہے۔

۲۷۔اور نوحہ کرنا دور جاہلیت کے اعمال میں سے ایک عمل ہے۔

۲۸۔اور غلول (اپنی منفعت کے لئے کوئی چیز چھپا لینا) جہنم کا ڈھیر ہے۔

۲۹۔اور نشہ جہنم کی آگ سے داغنا ہے۔

۳۰۔اور شعر ابلیس کی طرف سے ہے۔

۳۱۔اور شراب سارے گناہوں کا مجموعہ ہے۔

۳۲۔اور بہت ہی برا کھانا یتیم کا مال کھانا ہے۔

۳۳۔اور سعید (خوش نصیب و کامیاب) وہ ہے جو دوسروں کو دیکھ کر نصیحت حاصل کرے۔

۳۴۔اور بدبخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ ہی میں بخت ہو گیا۔

۳۵۔اور تم میں سے ہر شخص بالآخر چار ہاتھ زمین ہی تک پہنچتا ہے اور معاملہ آخرت کے سپرد ہو جاتا ہے۔

۳۶۔اور عمل کی حقیقت اس کے آخری حصے ہوتے ہیں۔

۳۷۔اور بہت ہی برا خواب جھوٹا خواب ہے۔

۳۸۔اور جو کچھ آنے والا ہے وہ قریب ہے۔

۳۹۔کسی صاحب ایمان کو گالی دینا فسق ہے۔

۴۰۔اور اس سے جنگ کرنا کفر ہے۔

۴۱۔اور اس کا گوشت کھانا (غیبت کرنا) اللہ کی نافرمانیوں میں سے ہے۔

۴۲۔اور اس کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کے برابر ہے (یعنی بغیر حق قتل کرنا جائز نہیں تو بغیر حق اس کا مال لینا بھی جائز نہیں) ہے۔

۴۳۔اور جو اللہ تعالی پر (جھوٹی) قسم کھاتا ہے تو اللہ تعالی اس کو جھٹلا دیتا ہے۔

۴۴۔اور جو بخش دے اسے بخش دیا جائے گا۔

۴۵۔اور جو معاف کر دیتا ہے، اللہ تعالی اسے معاف کر دے گا۔

۴۶۔اور جو غصہ پی جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اجر دے گا۔

۴۷۔اور جو حق تلفی پر صبر کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے عوض دے گا۔

۴۸۔اور جو شہرت کے پیچھے پڑ جاتا ہے اللہ تعالیٰ اسے بدنام کر دیتا ہے۔

۴۹۔اور جو نقصان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہتا ہے اللہ اس کو دوگنا عطا کرتا ہے۔

۵۰۔ اور جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اللہ اس کو عذاب میں ڈالے گا۔

اس کے بعد تین بار استغفر اللہ فرمایا اور خطبہ ختم کر دیا۔(زادالمعاد فی ھدی خیر العباد:3/ 641، دار الکتب العلمیہ)

غزوہ تبوک سے واپسی:

ورجع الجیش الاسلامی من تبوک مظفرین منصورین، لم ینالوا کیدا، وکفی اللہ المؤمنین القتال۔۔۔(الخ)

اور لشکر اسلام غزوہ تبوک سے کامیاب و نصرت کے ساتھ واپس لوٹا اور ان کے ساتھ کوئی مکر و فریب نہ ہوا اور کافی ہو گیا اللہ تعالیٰ جنگ میں مؤمنین کو اور راستہ میں ایک گھاٹی کے قریب منافقین کے بارہ افراد (یعنی جو خباثت میں بڑے ہوئے تھے) حملہ کی غرض سے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے گرد حائل ہوئے، جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اس گھاٹی سے گزر رہے تھے تو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ساتھ حضرت عمارؓ تھے جو آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی اونٹنی کی لگام کو آگے سے کھینچ رہے تھے اور حذیفہ بن یمانؓ پیچھے سے ہانک رہے تھے اور لوگ وادی کے اندر تھے، پس ان منافقوں نے اس موقع کو غنیمت جانا، پس اسی اثنا میں جب آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم اور آپ کے دو ساتھی چل رہے تھے تو انہوں نے نیزے کی آواز سنی۔ لوگ ان کے پیچھے تھے، منافقین بالکل آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے پاس آگئے اور انہوں نے اپنے چہرے ڈھانپے ہوئے تھے، پس رسول اللہ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کو ان لوگوں کی طرف بھیجا، حذیفہؓ نے ان کی سواریوں کے چہروں پر کھونٹی سے مارا، پس ان پر اللہ کا رعب طاری ہو گیا اور انہوں نے بھاگنے میں جلدی کی یہاں تک کہ وہ اپنی قوم سے مل گئے اور آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کو ان کے نام بتائے گئے اور وہ اس چیز میں کامیاب نہ ہوئے جس کا انہوں نے ارادہ کیا تھا، پس اسی لئے حضرت حذیفہؓ کو صاحب سرّ رسول (رازدان) کے لقب سے یاد کیا جاتا ہے اور اسی طرح اللہ تعالیٰ نے کہا (وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا)۔

اور جب نبی پاک صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے مدینہ کو دور سے دیکھا تو کہا یہ خوشنما (شہر) ہے اور یہ جبل احد ہے، یہ ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں اور لوگوں نے آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے مدینہ آنے کی خبر کو سنا یہاں تک کہ پردہ نشینانِ حرم، بچے اور بچیاں بھی نکل آئیں اور انہوں نے لشکر کا گرم جوشی سے استقبال کیا اور یہ اشعار پڑھے

طلع البدر علینا، من ثنیات الوداع

ہم پر چاند طلوع ہوا، وداع کی گھاٹیوں سے

وجب الشکر علینا، ما دعا للہ داع

ہم پر شکر کرنا واجب ہو گیا، جب تک کوئی بُلانے والا اللہ کی طرف بلائے

آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم تبوک کی طرف رجب المرجب کو نکلے اور رمضان المبارک میں واپس تشریف لائے، اس غزوہ میں پورے پچاس دن لگے۔ اس میں سے بیس دن تبوک میں قیام کیا اور باقی دن آنے جانے میں پورے ہوئے، یہ آپ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا آخری غزوہ ہے۔

(الرحیق المختوم/436، دار السلام)

نبی صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی حیات مقدس کو دیکھو، ملے گی سراپا جہاد مسلسل

وفا کی صلابت میں فولاد آہن، کرم کی لطافت میں رحمت مکمل

وما علینا الا البلاغ المبین۔

مراجع ومصادر

نمبر شمار	کتاب	مصنف	مکتبہ
1	انوارالبیان	مولانا عاشق الٰہی بلند شہری رحمہ اللہ	العلم
2	اطلس القرآن	ڈاکٹر شوقی ابو خلیل حفظہ اللہ	دارالسلام
3	آسان ترجمہ	حضرت مولانا مفتی تقی عثمانی صاحب حفظہ اللہ	معارف القرآن کراچی
4	تاریخ مدینہ منورہ	مولانا محمد عبد المعبود صاحب حفظہ اللہ	رحمانیہ
5	تاریخ اسلام	مولانا اکبر شاہ خاں نجیب آبادی رحمہ اللہ	الحسن
6	تفسیر القرطبی	ابی عبد اللہ محمد بن احمد الانصاری القرطبی رحمہ اللہ	داراحیاء التراث العربی
7	الخیر الجاری	حضرت مولانا صوفی محمد سرور صاحب رحمہ اللہ	تالیفات اشرفیہ
8	دلائل النبوۃ	ابو بکر احمد بن الحسین البیہقی رحمہ اللہ	دارالکتب العلمیہ
9	زادالمعاد فی ھدی خیر العباد	شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر الدمشقی رحمہ اللہ	العلمیہ
10	الرحیق المختوم	فضیلۃ الشیخ صفی الرحمٰن مبارکپوری دامت برکاتہم	دارالسلام
11	سیرت النبی ﷺ ابن ہشام	محمد اسحاق بن یسار المطلبی المدنی رحمہ اللہ	رحمانیہ
12	سیرت احمد مجتبیٰ ﷺ	شاہ مصباح الدین شکیل	پی ایس او
13	سیرت المصطفیٰ ﷺ	استاذ المحدثین مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمہ اللہ	الحسن
14	صحیح البخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری رحمہ اللہ	رحمانیہ
15	نصر الباری	حضرت العلامہ مولانا محمد عثمان غنی دامت برکاتہم	الشیخ